اثبات المولد والقیام

حضرت شاہ احمد سعید مجددی
نقشبندی دہلوی

مکتبہ مجددیہ، ۲۰۱۵

اثبات المولد و القیام

عربی مع اردو ترجمہ

مصنف

حضرت شاہ احمد سعید مجددی فاروقی نقشبندی

دہلوی مہاجر مدنی رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ

مترجم

مولانا مفتی محمد رشید نقشبندی مجددی رَحۡمَۃُ اللّٰہِ عَلَیۡہِ

مکتبہ مجددیہ

۲۰۱۵

کتاب کا نام: اِثْبَاتُ الْمَوْلِدِ وَالْقِیَامِ

زبان: عربی

موضوع: میلاد شریف کا اثبات اور ردِ وہابیہ

مصنف: حضرت مولانا شاہ احمد سعید مجددی نقشبندی حنفی مہاجر مدنی، خلیفۂ خاص و مسند نشین حضرت شاہ غلام علی دہلوی نقشبندی مجددی، وفات ۱۲۷۷ھ

مترجم اردو: مولانا مفتی محمد رشید نقشبندی مجددی، وفات ۱۹۹۷

نظرِ ثانی، مقدمہ اور تعلیقات: ڈاکٹر عبد الرحیم نظامانی، سویڈن

الیکٹرانک ایڈیشن، نومبر ۲۰۱۵

ناشر: مکتبہ مجددیہ www.maktabah.org

فہرست

مقدمہ

رسالہ "اِثْبَاتُ الْمَوْلِدِ وَالْقِیَامِ" کے مصنف حضرت شاہ احمد سعید مجددی فاروقی نقشبندی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ ہیں۔ آپ کی ولادت ۱۲۱۷ھ مطابق ۱۸۰۲ء میں رام پور (انڈیا) میں ہوئی۔ بچپن میں ہی اپنے والد محترم شاہ ابو سعید کے ہمراہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے عظیم شیخ اور تیرھویں صدی کے مجدد حضرت شاہ غلام علی دہلوی نقشبندی مجددی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت کی سعادت حاصل کی۔ سلوک مکمل کرنے کے بعد اُن ہی سے خلافت مطلقہ بھی حاصل کی، اور بعد میں اپنے شیخ کی خانقاہ میں مسند نشین بنے۔ ۱۸۵۷ء میں برطانوی تسلط کے خلاف کلمۂ جہاد بلند کیا۔ انگریزوں کے دہلی پر قابض ہو جانے کے بعد اُن کے ظلم سے تنگ آکر آپ نے حرمین شریفین کی طرف ہجرت فرمائی اور مدینہ منورہ میں قیام پذیر ہوئے۔ وہیں ۲ ربیع الاول ۱۲۷۷ھ مطابق ۱۸۶۰ء کو وصال فرمایا اور حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روضہ مبارک کے قریب ہی دفن ہوئے۔

آپ سے لاتعداد طالبوں نے سلوکِ روحانی حاصل کیا، اور اَسی (۸۰) سے زیادہ آپ کے خلفاء تھے، جن میں سے کئی اپنے وقت کے مشہور مشائخ ہوئے۔ کئی علماء اور دیگر مشائخ نے آپ سے علمی فیض بھی حاصل کیا، جن میں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کا نام بھی ہے۔

حضرت شاہ احمد سعید نے متعدد رسائل و کتب تحریر کیے، جن میں سے اکثر فرقہ وہابیہ کے باطل عقائد کے رد میں لکھے گئے۔ جب تک آپ دہلی میں موجود تھے، فرقہ وہابیہ کو سر اٹھانے کی طاقت نہیں تھی۔ آپ کی سوانح حیات میں لکھا ہے

"(آپ) وہابیوں کے گمراہ فرقہ کے سوا کسی اور کا ذکر برے انداز سے نہ فرماتے، لوگوں کو بچانے کی غرض سے ان کے افعال اور اقوال کی قباحت بیان فرمایا کرتے تھے۔"

رسالہ اثبات المولد والقیام

یہ رسالہ حضرت شاہ احمد سعید صاحب نے وہابی فرقہ کے علماء اور واعظوں کے باطل عقائد کے رد میں تحریر فرمایا۔ چونکہ اس کے مخاطب عوام نہیں بلکہ (ظاہری) علماء تھے، شاید اسی لئے اردو یا فارسی کی جگہ یہ رسالہ آپ نے عربی میں تحریر فرمایا، اگرچہ درمیان میں کچھ فارسی عبارات بھی شامل ہیں۔

اس رسالہ کے مختلف خطی نسخے موجود ہیں، جن میں سے ایک نسخہ خود حضرتِ مصنف کا اپنے ہاتھ سے تحریر کردہ، خانقاہِ احمدیہ سعیدیہ، موسیٰ زئی شریف، ضلع ڈیرہ اسماعیل خان (پاکستان) میں موجود ہے۔ اِس نسخہ کا عکس ۱۳۹۹ھ مطابق ۱۹۷۹ء میں خانقاہ احمدیہ سعیدیہ موسیٰ زئی شریف کی طرف سے شایع ہوا جس میں محترم پروفیسر محمد اقبال مجددی کا اردو مقدمہ بھی شامل تھا۔ یہی مقدمہ موجودہ ایڈیشن میں بھی دیا گیا ہے۔ اس سے پہلے پروفیسر صاحب نے اس رسالہ کا فارسی مقدمہ بھی لکھا تھا، جو اس رسالہ کے عربی متن کے ساتھ مکتبہ ایشیق، استنبول سے "النعمۃ الکبریٰ علی العالم" کے ساتھ بطور ضمیمہ شائع ہوا۔ اس ایڈیشن کے آخر میں موجود عربی متن اُسی سے لیا گیا ہے۔

اس رسالہ کا اردو ترجمہ شیخ الحدیث علامہ محمد رشید نقشبندی مجددی نے کیا، جو سب سے پہلے مرکزی مجلسِ رضا، لاہور سے جمادی الاُخریٰ ۱۴۰۰ھ مطابق اپریل ۱۹۸۰ء میں

شائع کیا، اور جلد ہی دوسری مرتبہ اکتوبر ۱۹۸۰ء میں طبع کیا۔ بعد میں مکتبہ حنفیہ، گنج بخش روڈ، لاہور نے بھی اِس ترجمہ کو شائع کیا۔ تیسری مرتبہ مفتی علیم الدین نقشبندی مجددی کے مقدمہ کے ساتھ کمپیوٹر کمپوزنگ کے ساتھ ۲۰۱۰ء میں شائع ہوا، جس میں اصل عربی مخطوطہ کا عکس بھی شامل کیا گیا ہے۔

رسالہ اثبات المولد والقیام حضرت کی چند بیش قیمت تحاریر میں سے ایک ہے، جسے آپ نے میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جواز میں تحریر فرمایا ہے۔ اس میں آپ نے علماء اہل حق کے فتاویٰ اور اقوال سے میلاد شریف کے مستحب اور مقبول ہونے کو ثابت کیا ہے، اور ایک نئے فرقہ کی باطل حقیقت کو بھی آشکار کیا ہے۔ رسالہ کے آخر میں اہلِ سنت وجماعت کے صحیح عقائد کا اختصار بھی تحریر فرمایا ہے۔

اس رسالہ میں حضرت مصنف نے میلاد شریف کا انکار کرنے والے نام نہاد علماء کو بڑی سختی سے مخاطب کیا ہے۔ ایسے علمائے سوء محض اپنی فرقہ وارانہ اندھی تقلید کی بنا پر انبیائے کرام اور اولیائے امت کے بارے میں نازیبا اور گستاخانہ باتیں کرتے ہیں، اور دیگر مومنین اور صالحین کی برائیاں اور غیبت کرتے ہیں۔ حضرت قبلہ مصنف ایسے گمراہ واعظوں کے متعلق اسی رسالہ میں لکھتے ہیں:

> ”ہمارے زمانہ کے جہلاء، جو اپنے آپ کو ’پڑھا لکھا‘ اور ’صالحین‘ سمجھتے ہیں، کے وعظ کی طرح نہ ہو، جو انبیاء اور اولیاء کی توہین اور مومنین کی غیبت کا مجموعہ ہوتا ہے۔“

اسی فرقہ کے کچھ لوگ حضرت مجددِ الفِ ثانی رضی اللہ عنہ کے مکتوبات کا غلط مطلب نکال کر یہ کہتے ہیں کہ آپ بھی محفلِ میلاد سے منع فرماتے تھے۔ حضرت مصنف، جو

حضرتِ مجدد کے نسبی اور روحانی اولاد اور وارث ہیں، آپ نے اس بہتان کو رد کیا ہے، بلکہ مکتوبات شریف سے ثابت کیا ہے کہ حضرتِ مجدد میلاد شریف سے نہیں، بلکہ بدعات اور بری رسموں سے منع فرماتے تھے۔ اس کے بعد آپ نے ایسے جھوٹے الزامات لگانے والوں کے بارے میں لکھا ہے:

> ”سادہ لوح عوام کو گمراہ کرنے اور اپنا کھوٹا سکہ رائج کرنے کیلئے اِس فرقۂ باطلہ نے ایک نیا طریقہ نکالا ہے۔ ہمارے بزرگوں اور اماموں کو بدنام کرتے ہیں، کہتے ہیں فلاں بزرگ نے یوں لکھا، فلاں نے یوں لکھا۔ اللہ تعالیٰ اِن کے جھوٹ سے پاک ہے۔“

مولوی محبوب علی جعفری

اس رسالہ کے آخر میں حضرت مصنف رَحۡمَۃُ اللّٰہِ عَلَیۡہِ نے خود اپنے قلم سے لکھا ہے کہ یہ رسالہ آپ نے مولوی محبوب علی جعفری کی کتاب کے رد میں تحریر فرمایا۔ مولوی صاحب کی اصل تصنیف کا نام معلوم نہ ہو سکا جس کے رد میں یہ رسالہ لکھا گیا۔ مولوی سید محبوب علی جعفری، جن کو میر محبوب علی بھی کہا جاتا تھا، دہلی کے سادات کے حسینی جعفری خاندان سے تھے، ان کے والد کا نام سید مصاحب علی بن سید حسن علی تھا۔ یکم محرم ۱۲۰۰ھ کو پیدا ہوئے۔ پہلے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے فرزند حضرت شاہ عبد القادر سے علم حاصل کیا، بعد ازاں حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی سے حدیث کی سند حاصل کی۔ مولانا اسماعیل دہلوی کے ہم سبق تھے، اور ان کی صحبت کے اثر سے وہابی رنگ میں رنگے گئے۔ سید احمد شہید اور مولوی اسماعیل دہلوی کے جہادی ساتھیوں میں سے تھے، لیکن بعد میں ان کے حالات واطوار کو دیکھ کو متنفر ہو گئے اور اس گروہ سے الگ ہو گئے۔

جب مولانا فضلِ حق خیر آبادی رَحۡمَةُ اللّٰہِ عَلَیۡہِ نے اسماعیل دہلوی کی تعلیمات کے رد میں اپنی کتاب "تحقیق الفتویٰ" لکھی، تو اس پر دیگر کئی علماء کے ساتھ مولوی محبوب علی نے بھی دستخط کیے۔ یہ عین ممکن ہے کہ بعد میں وہ اپنے پرانے عقائد سے دست بردار ہو گئے ہوں۔ لیکن اس رسالہ کا مقصد کسی ایک شخص کی مخالفت نہیں، بلکہ اُن باطل عقائد کا رد ہے جو وہابی فرقہ کے پیروکاروں نے ہندوستان میں پھیلانا شروع کیے تھے۔

جدید ایڈیشن

اِس رسالہ کی اہمیت اور حضرت مصنف کی روحانی قدر و منزلت کے پیش نظر راقم الحروف نے محسوس کیا کہ موجودہ الیکٹرانک دور میں اس رسالہ کا ایک جدید برقی ایڈیشن تیار کیا جائے۔ اسی نظریہ کے تحت یہ جدید ایڈیشن آپ کے ہاتھوں میں (کمپیوٹر یا موبائل میں) موجود ہے۔ اس ایڈیشن کی تیاری میں متعدد نسخوں سے مدد لی گئی، جن میں ۱۹۷۹ء ایڈیشن، ۱۹۸۰ء ایڈیشن اور ۲۰۱۰ء ایڈیشن شامل ہیں۔

اِس ایڈیشن میں رسالہ کا عربی متن بھی شامل کر دیا گیا ہے، جو ترکی سے مطبوع عربی ایڈیشن سے نقل کیا گیا ہے، ساتھ ہی قلمی مخطوطہ سے مطابقت بھی کی گئی ہے۔ لیکن عربی متن پر زیادہ تحقیق نہیں کی گئی، چونکہ اصل مقصد اردو ترجمہ کو شائع کرنا تھا اور عربی متن صرف حوالہ کے طور پر دیا گیا ہے۔ عربی دان حضرات چاہیں تو اس پر مزید تحقیق کر سکتے ہیں۔

ڈاکٹر عبد الرحیم نظامانی

گوتھن برگ، سویڈن، نومبر ۲۰۱۵

مؤلف رسالہ

حضرت شاہ احمد سعید مجددی

(مندرجہ مضمون پروفیسر محمد اقبال مجددی صاحب کا تحریر کردہ ہے جو ۱۹۷۹ء کے عکسی ایڈیشن میں مقدمہ کے طور پر شائع ہوا۔ فوٹ نوٹس بھی پروفیسر صاحب ہی کے تحریر کردہ ہیں۔)

آپ حضرت شاہ ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ کے فرزندِ اکبر ہیں۔ اسمِ گرامی احمد سعید اور کنیت ابوالمکارم ہے۔ آپ حضرت امامِ ربّانی مجدّدِ الفِ ثانی قُدِّسَ سِرُّہٗ (ف ۱۰۳۴ھ، ۱۶۲۴ء) کی اولاد مبارک سے تھے۔[1]

یکم ربیع الاخریٰ ۱۲۱۷ھ / ۳۱ جولائی ۱۸۰۲ء کو ریاست رام پور میں پیدا ہوئے، اور وفات ظہر و عصر کے مابین بروز سہ شنبہ (منگل) ۲ ربیع الاول ۱۲۷۷ھ / ۱۸ ستمبر ۱۸۶۰ء مدینہ منوّرہ میں ہوئی۔ حضرت عثمان رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کے گنبد سے متصل جانبِ قبلہ سپردِ خاک ہوئے۔ آپ کی عمر ۵۹ سال تھی۔ قرآنِ پاک کے حافظ تھے۔

---

[1] اعنی حضرت شاہ احمد سعید بن شاہ ابو سعید بن شیخ صفی القدر بن شیخ عزیز القدر بن شیخ محمد عیسیٰ بن شیخ سیف الدین بن خواجہ محمد معصوم بن حضرت امامِ ربّانی مجدّد الفِ ثانی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِمْ

جب آپ کے والدِ ماجد (شاہ ابو سعید مجددیؒ) حضرت شاہ غلام علی قُدِّسَ سِرُّہٗ سے بیعت ہونے کے لئے دہلی گئے تو آپ بھی اُن کے ساتھ تھے اور حضرت شاہ صاحب سے بیعت ہوئے۔ اُس وقت آپ کی عمر دس سال پوری نہیں ہوئی تھی۔ شاہ صاحبؒ آپ پر نہایت مہربان تھے اور اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میں نے لوگوں سے ایک بچہ طلب کیا، کسی نے نہیں دیا، ابو سعید نے میری طلب پوری کر دی اور اپنا بیٹا مجھے دے دیا۔

حضرت شاہ احمد سعیدؒ نے حضرت شاہ غلام علیؒ سے کتبِ تصوف سبقاً پڑھی تھیں اور مروجہ علوم کی تحصیل مفتی شرف الدین، شاہ سراج احمد مجددی، مولوی محمد اشرف اور مولوی نور سے کی۔

حضراتِ مجددیہ کا سلوک اوّل سے آخر تک حضرت شاہ صاحبؒ سے حاصل کیا اور شاہ صاحب ہی نے آپ کو خلعتِ (خلافت) عطا کی۔ لیکن چونکہ آپ نے جمیع مقامات میں اپنے والدِ بزرگوار سے بھی توجہات لیں، اِس لئے شجرہ میں آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی بھی لیا جاتا ہے۔

حضرت شاہ غلام علیؒ نے اپنے ایک رسالہ کمالاتِ مظہری تالیف ۱۲۳۷ھ میں شاہ احمد سعید کے بارے میں لکھا ہے:

"حضرت احمد سعید فرزند حضرت ابو سعید بہ علم و عمل و حفظ قرآنِ مجید و احوالِ نسبتِ شریفہ قریب است بہ والد ماجد خود"

۱۲۴۹ھ میں آپ کے والد بزرگوار جب حج کے لئے روانہ ہوئے تو خانقاہ شریف آپ کے حوالے کی، جہاں آپ نے طالبانِ حق کو چوبیس سال سات ماہ تک فیض یاب کیا۔ [2]

۱۲۷۴ھ / ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں بے شمار علماء و مشائخ نے بلادِ اسلامیہ کی طرف ہجرت کی۔ ان میں حضرت شاہ احمد سعید کا اسمِ گرامی سرِ فہرست ہے۔

اُن انتہائی خراب حالات میں بھی آپ چار ماہ تک کامل استقامت کے ساتھ دہلی میں مقیم رہے۔ جب کوئی آپ سے ہجرت کے لئے کہتا تو آپ فرماتے کہ ہم اپنے مشائخ کرام کی اجازت کے بغیر شہر سے باہر نہیں جا سکتے۔ ان حالات میں آپ خود مع فرزندان و مریدین، سراج الدین محمد ابو ظفر بادشاہ کے پاس تشریف لے گئے اور کتاب و سنت کے موافق بادشاہ کی فہمائش کی۔ [3]

ہندوستان کے مقتدر علماء نے اس وقت جہاد کا فتویٰ جاری کیا، اس فتوے کے اولین محرک اور دستخط کنندہ آپ ہی تھے کہ:

"ان حالات میں جبکہ انگریز دہلی پر چڑھ آئے ہیں، اور مسلمانوں کی جان و مال خطرہ میں ہے۔ اس صورت میں مسلمانوں پر جہاد فرض ہے یا نہیں؟"

---

[2] حضرت شاہ احمد سعید کے یہ حالات محمد مظہر مجددی مدنی کی کتاب مناقبِ احمدیہ و مقاماتِ سعیدیہ، اور مولانا زید ابوالحسن فاروقی کی کتاب مقاماتِ خیر صفحہ ۸۲-۹۴ سے ماخوذ ہیں۔ نیز ملاحظہ ہو ہمارا مرتبہ رسالہ رشحاتِ عنبریہ (در حالات حضرت شاہ احمد سعید)، مطبوعہ لاہور و ترکی۔

[3] محمد معصوم، شاہ۔ ذکر السعیدین فی سیرۃ الوالدین، ص ۲۳

جہاد کا دہلی میں سب سے پہلے حضرت شاہ احمد سعید نے ہی چرچا کیا۔ اور فتوائے جہاد پر اپنے دستخط ثبت کئے۔[4]

آخر استخارہ مسنونہ کے بعد آپ مع اہل وعیال حرمین الشریفین کی طرف ہجرت کے لئے روانہ ہوئے۔ اور راستے کے بے شمار مصائب کے باوجود آپ اپنے خلیفۂ نامدار حضرت خواجہ حاجی دوست محمد قندھاری[5] رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ کے پاس اُن کی خانقاہ موسیٰ زئی

---

[4] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو

عبد اللطیف: روزنامچہ ۱۸۵۷ء، مرتبہ خلیق احمد نظامی ص۸۸،

کمال الدین حیدر: قیصر التواریخ ۲/ ۴۵۰،

غالب: خطوط ۲/ ۵۴،

محمد ایوب قادری: جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء کراچی ۱۹۷۶ء صفحہ ۴۰۷-۴۰۸،

عتیق صدیقی: اٹھارہ سوستاون اخبار اور دستاویزیں، دہلی ۱۹۶۶ء ص۱۹۹

[5] حضرت حاجی دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۲۸۴ھ /۱۸۶۷ء) حضرت شاہ ابوسعید مجددی کے مرید اور حضرت شاہ احمد سعید مجددی کے مشہور ترین خلفاء میں سے تھے۔ پاکستان و ہند، خراسان، عربستان اور ترکی کے بہت سے طالبانِ حق ان کے دستِ حق پرست پر بیعت کر کے خاصانِ خدا میں شامل ہوئے۔ حضرت حاجی صاحب کی کئی مقامات پر خانقاہیں تھیں۔ لیکن آپ کا زیادہ قیام موسیٰ زئی شریف ضلع ڈیرہ اسماعیل خان پاکستان میں ہوتا تھا۔ وصال کے بعد آپ اس خاک پاک میں دفن ہوئے۔ حضرت حاجی صاحب کے وصال کے بعد آپ کے خلیفہ حضرت خواجہ محمد عثمان قُدِّسَ سِرُّہٗ (متوفی ۱۳۱۴ھ) اور ان کے بعد حضرت خواجہ مولانا سراج الدین قُدِّسَ سِرُّہٗ (ف ۱۳۳۳ھ) اور ان کے بعد حضرت مولانا حافظ محمد ابراہیم صاحب قُدِّسَ سِرُّہٗ (ف ۱۹۵۷ء) اور آپ کے وصال کے بعد اب حضرت مولانا خواجہ محمد اسماعیل مدظلہ خانقاہ شریفہ کے سجادہ نشین ہیں۔ موصوف ذی علم، نہایت متقی اور پابندِ شرع شیخِ طریقت ہیں۔ حضرت کے چار صاحبزادے بھی نہایت اعلیٰ اخلاق کے مالک ہیں۔ راقم الحروف کے ان

شریف، ضلع ڈیرہ اسماعیل خان تشریف لے گئے۔ حاجی صاحب نے نہایت تپاک سے خیر مقدم کیا۔

حضرت شاہ احمد سعید نے اپنے مریدین اور خانقاہ دہلی حضرت حاجی دوست محمد کے سپرد کی اور اپنے دستِ خاص سے یہ تحریر حاجی صاحب کو عنایت کی:

"مریدان خود کہ در ہندوستان و خراسان سکونت میدارند کہ بجائے من مقبولِ بار گاہِ احد حاجی دوست محمد صاحب را کہ خلیفہ من اند بدانند و توجہات از ایشان گرفتہ باشند ۔۔۔۔ و بہ ضمنیتِ خویش ہم ایشانرا مخصوص گردانید ند و خانقاہ و مکاناتِ محلسرائے خود و تسبیح خانہ حوالہ ایشان نمودند"[6]

حضرت حاجی صاحب نے اپنے خلیفہ مولوی رحیم بخش اجمیری ہرصوری (ف ۱۲۸۳ھ) کو اُسی وقت حضرت شاہ احمد سعید کی موجودگی میں اُنھیں خانقاہ شریف (دہلی) جانے کا حکم دیا، وہ اُسی وقت روانہ ہو گئے۔

صاحبزادگان میں سے جناب محمد سعد سراجی ملقب بہ مرشد بابا مدظلہ سے بہت اچھے مراسم ہیں۔ موصوف خانقاہ احمدیہ سعیدیہ کے کتب خانہ کی نہایت اچھے طریقے سے حفاظت کر رہے ہیں۔ رسالۂ حاضر اثبات المولد والقیام صاحبزادۂ موصوف ہی کی مہربانی سے ہمیں دستیاب ہوا ہے۔ موصوف نے اپنے سلسلہ کی کتابیں شائع کرنے کے لئے ایک ادارۂ نشر و اشاعت بھی مکتبۂ سراجیہ کے نام سے موسیٰ زئی شریف ہی میں قائم کیا ہے۔ کئی قابلِ قدر کتب شائع کی ہیں۔ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ موسیٰ زئی شریف کے بزرگانِ کرام کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو مکتوباتِ حضرت حاجی دوست محمد قندھاری، فوائدِ عثمانیہ اور مقاماتِ عثمانیہ تلخیص و ترجمہ صاحبزادہ مرشد بابا جو مطبوعہ اور مشہور ہیں۔

[6] محمد مظہر: مناقبِ احمدیہ و مقاماتِ سعیدیہ، صفحہ ۲۴۰-۲۴۱

چنانچہ حضرت شاہ احمد سعید کا جہاز آخر شوال میں جدّہ پہنچا۔ آپ نے ۱۲۷۴ھ / ۱۸۵۸ء کا حج ادا کیا اور ربیع الاول ۱۲۷۵ھ کو مدینہ منوّرہ میں حاضری دی۔

آپ کی اولاد میں چار صاحبزادے عبد الرشید، عبد الحمید، محمد عمر، محمد مظہر اور ایک صاحبزادی روشن آراء تھیں۔

آپ کے خلفاء میں سے حضرت شاہ محمد مظہر نے مناقبِ احمدیہ میں اَسی (۸۰) حضرات کے نام لکھے ہیں۔ انساب الطاہرین میں حضرت شاہ محمد عمر نے لکھا ہے کہ سینکڑوں افراد آپ سے اجازت و خلافت سے مشرف ہوئے۔

آپ کے علمِ ظاہری کے تلامذہ کا ذکر کرتے ہوئے صاحب سیر الکاملین نے لکھا ہے:

"بسیارے از علمائے زماں شاگرد حضرت ایشاں بودند مثل مولوی عبد القیوم بن مولوی عبد الحی و مولٰینا محمد نواب و مولوی احمد علی سہارنپوری محدث و مولوی محمد ارشاد حسین مجددی و مولوی فیض الحسن سہارنپوری و مولوی عبد العلی بن قاری ہاشم وغیرہ"[7]

حضرت شاہ احمد سعید کی تصانیف میں حسبِ ذیل رسائل ہیں، یعنی:

(۱) سعید البیان فی مولد سید الانس والجان (اردو) مطبوعہ

(۲) الذکر الشریف فی اثبات المولد المنیف (فارسی)

---

[7] بحوالہ مقاماتِ خیر

(۳) الفوائد الضابطہ فی اثبات الرابطہ (فارسی)

(۴) انہارِ اربعہ (فارسی) مطبوعہ

(۵) تحقیق الحق المبین فی اجوبۃِ مسائلِ اربعین (فارسی) مطبوعہ

(٦) اثبات المولد والقیام (عربی)

(۷) مکتوبات: آپ کے تمام مکاتیب تاحال جمع نہیں کئے گئے۔ صرف ایک سو سینتیس (۱۳۷) مکاتیب آپ کے خلیفہ حضرت حاجی دوست محمد قندھاری نے جمع کئے، جنھیں جناب ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب نے تحفۂ زواریہ کے نام سے ۱۳۷۳ھ میں کراچی سے شائع کیا۔

(۸) فتاویٰ: آپ احیاناً فتویٰ بھی دیتے تھے لیکن کسی نے انہیں جمع نہیں کیا۔

رسالہ اثبات المولد والقیام

جیسا کہ اس رسالہ کے نام سے اس کا موضوع عیاں ہے یعنی اس میں مولد و قیام کے بارے میں قوی دلائل سے نتائج اخذ کئے گئے ہیں۔ رسالہ کے خاتمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف نے یہ رسالہ مولوی محبوب علی جعفری کے ردّ میں تالیف کیا ہے۔

مولوی محبوب علی کا ذکر صاحبِ نزہۃ الخواطر نے ان الفاظ میں کیا ہے:

"الشیخ العالم المحدث: محبوب علي بن مصاحب علي بن حسن علي بن روشن علي بن رحیم الدین بن فهیم الدین الحسیني الجعفري الدهلوي

أحد العلماء المشهورين، ولد بدار الملك «دهلي» في غرة محرم سنة مئتين وألف، وقرأ العلم على الشيخ عبد القادر بن ولي الله الدهلوى، وحصلت له الإجازة عن الشيخ عبد العزيز بلا واسطة وشارك العلامة إسماعيل بن عبد الغني الدهلوي في السماع والقراءة للترمذي على الشيخ عبد القادر المذكور، وبايع السيد المجاهد أحمد بن عرفان البريلوي بيعة جهاد، ولكن الشيطان وسوس في صدره فتأخر ورجع إلى الهند .... مات في عاشر ذي الحجة سنة ثمانين ومئتين وألف ببلدة «دهلي» فدفن بها"[8]

مولوی محبوب علی (۱۲۰۰-۱۲۸۰ھ) کا ابتداء میں مجاہدین کی جماعت سے تعلق تھا۔ لیکن مجاہدین کے سفر یاغستان کے دوران وہ جماعت سے کنارہ کش ہو گئے۔

یہ جماعت ۱۲۴۱ھ میں یاغستان کی طرف گئی۔ اِس لئے یہ قیاس غلط نہیں ہے کہ مولوی محبوب علی نے یہ رسالہ اس سفر سے پیشتر لکھا ہو گا۔ لیکن یہ بات عیاں ہے کہ اس جماعت میں شرکت سے قبل مولوی محبوب علی جعفری اور مولوی محمد اسماعیل دہلوی کے درمیان قلمی رابطہ موجود تھا اور یہ دونوں ہم سبق تھے۔ اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ مولوی اسماعیل تحریک کے آغاز سے پہلے ہی اپنی تقاریر میں "مولد و قیام" کو ناجائز اور بدعت کہا کرتے تھے۔

---

[8] عبدالحی حسنی: نزہۃ الخواطر ۷/۴۰۶

مولوی محبوب علی نے جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء کو انگریزوں کے خلاف جہاد کو ناجائز قرار دیا تھا[9] جب کہ صاحبِ رسالہ حاضرہ حضرت شاہ احمد سعید مجدّدی نے نہ صرف اسے جنگِ آزادی سے تعبیر کیا بلکہ اسے جہاد کا درجہ دلوانے میں سعی بلیغ سے کام لیا۔ گویا دونوں کے درمیان بلحاظ عقائد دینیہ اور افکار سیاسیہ، خاصا بعد تھا۔

رسالہ اثبات المولد والقیام کے جس خطی نسخہ کا عکس اِس وقت ہم قارئین کرام کی نذر کر رہے ہیں، وہ حضرت مصنف کے اپنے ہاتھ کے لکھے ہوئے قلمی نسخے کا ہے جو اِس وقت خوش قسمتی سے کتابخانہ خانقاہِ احمدیہ سعیدیہ، موسیٰ زئی شریف، ضلع ڈیرہ اسماعیل خان (پاکستان) میں محفوظ ہے۔ اِس اہم نسخہ کی نشاندہی جناب حضرت محمد سعد سراجی ملقب مرشد بابا، فرزند ارجمند حضرت مولانا محمد اسماعیل مدظلہ العالی (سجادہ نشین خانقاہ مذکور) نے کی، جس کے لئے ہم اُن کے شکر گذار ہیں۔ اِن سطور کے لکھتے وقت یہ جان کر انتہائی مسرّت ہوئی کہ اِس رسالہ کا عکس ہمارے فارسی مقدمہ کے ساتھ مکتبہ ایشیق استنبول ترکی سے رسالہ النعمۃ الکبریٰ علی العالم کے ساتھ بطور ضمیمہ بھی شائع ہو گیا ہے۔

اب رسالہ کے مختصر تعارف کے بعد اصل رسالہ اثبات المولد والقیام ملاحظہ ہو۔

محمد اقبال مجددی، ۱۵ ذی قعدہ ۱۳۹۹ھ، ۱۸ اکتوبر ۱۹۷۹ء

دارُالمورخین، گیلانی سٹریٹ، منور عزیز پارک، نیوسن پورہ، لاہور

---

[9] عبدالقادر رام پوری: "علم و عمل"، حواشی: محمد ایوب قادری، کراچی ۱۹۶۰ء جلد اول، صفحہ ۲۵۴-۲۵۵

حضرت مترجم

تحریر: محمد اقصد طابی

اسمِ کریم: مولانا محمد رشید بن خواجہ احمد علی بن حبیب اللہ بن خدا بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

ولادت: آزاد کشمیر، کوٹلی نکیال کے سرحدی گاؤں ڈبسی میں سرکاری ریکارڈ کے مطابق ۱۹۴۷ء میں ہوئی۔

وفات حسرت آیات: یکم ستمبر ۱۹۹۷ء بوقت ۲ بجے صبح بمطابق ۲۷ جمادی الاخریٰ ۱۴۱۸ھ بروز سوموار۔

مدفن: قبرستان میانی شریف، نزد باغ گل بیگم، لاہور۔

آغازِ تعلیم: ناظرہ قرآن مجید صوفی محمد حسین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا، پرائمری تک مقامی اسکول میں تعلیم حاصل کی۔

دینی تعلیم کا داعیہ

نکیال کے علاقہ میں حضور قبلۂ عالم قاضی محمد سلطانِ عالم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلیفہ حضرت میاں فتح محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلف رشید حضرت میاں فضلِ الٰہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (المعروف سائیں صاحب) تبلیغی دورے پر جایا کرتے تھے۔ مولانا کی درویش صفت

والدہ نے کہا، ہمارا بھی کوئی بچہ کسی دینی ادارہ میں داخل کروائیں۔ سائیں صاحب نے فرمایا خواجوں کا خاندانی مزاج اور ماحول کاروباری ہوتا ہے۔ آپ نے مولانا کی والدہ محترمہ کا اِصرار صادق جب دیکھا تو فرمایا: اولاد میں سے جو بچہ ذہنی طور پر صحت مند ہو اُسے ہمارے حوالہ کر دیں۔ آپ کی والدہ محترمہ نے سب بچوں کو سائیں صاحب کے سامنے پیش کر دیا، کہا جسے چاہیں اپنے ساتھ لے جائیں۔ ازل سے یہ حصہ محمد رشید نامی بچے کا تھا۔ سائیں صاحب کی نگاہِ انتخاب نے بھی اسی بچے کے سر پر دستِ شفقت رکھا، اور اپنے ساتھ دربار شریف چیچیاں لے آئے۔ مائی صاحبہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا سے علم و ہدایت کے لئے دعا کروائی۔ کچھ عرصہ تک دربار شریف ہی قیام رہا تا کہ طبیعت اس ماحول سے کچھ مانوس ہو جائے۔ ابتدائے درسِ نظامی کے لیے مرکزی دار العلوم اہلِ سنت و جماعت جہلم میں قاضی غلام محمود ہزاروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس داخل کروایا گیا۔ قاضی صاحب نے علومِ ظاہری کے ساتھ ساتھ سلوکِ طریقت کی ترغیب دلائی۔ کم سِنی کی وجہ سے مولانا اس راستے کو نہ سمجھ پائے۔ علم کی طلب اور تڑپ نے وہاں سے ہجرت پر اکسایا۔ آپ راولپنڈی مولانا عارف اللہ شاہ قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے درس میں پہنچ گئے۔ وہاں سے ساہیوال کا رخ کیا، پھر وہاں سے قطب البلاد لاہور پہنچے، مفتیٔ اعظم پاکستان علامہ ابو البرکات سید احمد قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حلقۂ تلمُّذ میں شامل ہو گئے۔ اس وقت کے مشاہیر اصحابِ علم و فضل کی صحبت نے آپ کے علمی و عملی ذوق و شوق میں اضافہ کیا۔ اس دوران آپ نے مَلِک المدرسین علامہ عطاء محمد چشتی بندیالوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے درس کا شہرہ سنا، آپ نے ان سے اکتسابِ علم کا عزم بالجزم کیا۔ حالات کی تنگی کو اس راہ میں رکاوٹ نہ بننے دیا، بلکہ محنت مشقت اور قرض کی صعوبتیں برداشت کیں۔ تقریباً پانچ سال تک کا عرصہ بندیال شریف گزارا۔ وہاں علوم و فنون کے علاوہ تفسیر اور احادیث بھی سبقاً سبقاً پڑھی۔ علمِ حدیث شریف کی تڑپ نے آپ کو کراچی علامہ عبد المصطفیٰ ازہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے درس میں پہنچا دیا۔ لیکن وہاں کی آب

وہوا طبیعت کے موافق نہ رہی۔ آپ دوبارہ لاہور تشریف لے آئے، شیخ الحدیث علامہ مہر الدین اور شیخ الحدیث علامہ غلام رسول رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما سے سندِ حدیث حاصل کی۔

آغازِ تدریس

یوں تو دورانِ تعلیم بھی آپ اپنے ہم مدرسہ چھوٹے اسباق والے طلباء کو وقتاً فوقتاً اسباق پڑھایا کرتے تھے۔ لیکن باضابطہ تدریسی سفر کا آغاز ۱۹۷۲ء کو اہلِ سنت وجماعت کی قدیم دینی درسگاہ جامعہ نعمانیہ لاہور سے کیا۔ آپ کی تدریسی لیاقت دیکھتے ہوئے علم دوست شخصیت مفتیٔ عصر جناب مفتی عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آپ کو جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور لے آئے۔ جامعہ میں آپ کا تدریسی دور آپ کی زندگی کا عہدِ زرّیں تھا۔ بڑے بڑے **فُحُولُ العِلْم** حضرات نے بالواسطہ یابلاواسطہ آپ سے استفادہ کیا، **اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ**۔

علاوہ ازیں جامعہ غوثیہ گلبرگ لاہور، ادارہ تعلیماتِ مجددیہ شادمان لاہور، اور دار العلوم سلطانیہ کوٹلی آزاد کشمیر میں بھی آپ تدریسی فرائض سرانجام دیتے رہے۔

ایک دفعہ آپ نے اپنی تدریسی مصروفیات کی وجہ سے قبلہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو آگاہ کیا، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواباً فرمایا:

”اگر تدریس کرنی ہے تو جامعہ نظامیہ میں، اور اگر عصری تقاضوں کے مطابق مزید تعلیم حاصل کرنی ہو تو اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد سے حاصل کریں“۔

اسلوبِ تدریس

اسلوبِ تدریس میں خیر آبادی رنگ غالب تھا۔ آپ کی تدریسی لیاقت کے لئے یہی ایک سند کافی ہے کہ مَلِک المدرسین علامہ عطاء محمد چشتی گولڑوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ۱۹۹۰ء میں ندائے اہلِ سنت کو دیئے گئے انٹرویو میں فرمایا: "میں نے اپنی تدریسی زندگی میں پانچ مُدرِّس حضرات پیدا کیے"۔ ان میں ایک مولانا محمد رشید نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کا نام بھی شامل تھا۔

شیخ الحدیث مفتی گل احمد خان عتیقی صاحب نے فرمایا: مولانا کو معقولات کو محسوسات کے قالب میں ڈھال کر طلباء کے دل و دماغ میں نقش کرنے کا طریقہ خوب آتا تھا۔

آپ کا پسندیدہ مضمون فقہ اور اصولِ فقہ تھا، البتہ منطق اور فلسفہ جیسے خشک مضمون کو بھی اپنے مخصوص اندازِ تدریس سے تر وتازہ کر دیا کرتے تھے۔ صرف کتابی مثالوں پر اکتفاء نہیں فرمایا کرتے تھے۔ بلکہ اس حدیث شریف کے مطابق "لوگوں سے اُن کی ذہنی سطح کے مطابق گفتگو کرو"، طلباء کو ان کی علاقائی معروف اَمثِلہ کے ذریعے سبق ذہن نشین کرانے کا خداداد ملکہ تھا۔ اشاروں، کنایوں اور بلاغت سے آراستہ اندازِ گفتگو سے تدریسی ماحول کو شگفتہ رکھتے، تاکہ طلباء کو بوریت محسوس نہ ہو۔ طلباء کو ان کی ذہنی صلاحیت کے مطابق مشوروں سے نوازتے رہتے تھے۔ آپ کا تدریسی خوانِ نعمت بلا تفریق و تمیز ہر طالبِ صادق کے لئے ہر وقت کشادہ رہتا تھا۔ فرمایا کرتے تھے: سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کا فرمانِ عالی شان ہے:

"لوگ تمہارے پاس دین میں تفقہ و بصیرت حاصل کرنے آئیں گے، جب وہ آئیں تو ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو"۔

خود اس فرمانِ عالی شان پر عمل کرتے اور دوسروں کو دعوت دیتے رہتے تھے۔ ہسپتال میں بسترِ مرگ پر اس صدمے کا اظہار یوں کیا:

اسیں تے ہن جا رہے ہاں
انہاں۔۔۔۔ مدرس نیں پیدا کیتے

دورانِ تدریس خطبہ حجۃ الوداع کے پیغامِ خاص کے مطابق شخصی اور علاقائی عصبیتوں سے نفرت، حقوق العباد کی ادائیگی کا درس خاص موضوع ہوا کرتا تھا۔ اس سلسلے میں قول سے زیادہ اپنے عمل و کردار سے دعوت دیا کرتے تھے، جس کی لاتعداد مثالیں موجود ہیں۔ آپ فرمایا کرتے تھے:

"علوم وفنون پڑھنے کا مقصد قرآن وحدیث اور فقہ کا فہم ہے"۔

بقول امام المفسرین سیدنا عبداللہ ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُمَا فہمِ کامل کے مالک:

اَلۡعُلَمَاءُ الَّذِیۡنَ یَعۡمَلُوۡنَ مَا یَعۡلَمُوۡنَ

(وہ علماء ہیں جو اپنے علم پر عمل کرتے ہیں)

ویسے تو آپ نے اپنی زندگی میں بے شمار شخصیات سے استفادہ کیا، لیکن سب سے زیادہ فقہی اعتبار سے آپ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، صدر الشریعۃ مولانا امجد علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے زیادہ متاثر

تھے۔ تدریسی طور پر اساتذہ میں مولانا عطاء محمد بندیالوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، روحانی طور پر قبلہ قاضی محمد صادق نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، سیاسی طور پر قائدِ ملتِ اسلامیہ مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے متاثر تھے۔ جب اپنی مخصوص موج میں ہوتے تو بطور تحدیثِ نعمت فرمایا کرتے تھے:

لَا اُسۡتَاذَ اِلَّا هُوَ، لَا شَيۡخَ اِلَّا هُوَ، لَا قَائِدَ اِلَّا هُوَ

تحریری خدمات

اگرچہ درسِ نظامی کے مُدرسین کے پاس اتنا زیادہ وقت نہیں ہوتا کہ تحریری اور تقریری میدان میں یک سوئی سے کام کر سکیں۔ لیکن اس کے باوجود اہلِ علم تدریسی معمولات کے ساتھ ساتھ تحریری اور تقریری خدمات سرانجام دیتے رہتے ہیں۔ مولانا نے اپنی تدریسی وراثت میں مشاہیر استاذ العلماء اور بے شمار تلامذہ چھوڑے، اپنے مخصوص مدرِّسانہ اندازِ تربیت سے کئی افراد کے قلب و ذہن تیار کیے۔ تحریری باقیات میں کچھ منصوبے ادھورے رہے اور کچھ کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ ’’ووٹ کی شرعی حیثیت‘‘، ’’قرآن اور منصبِ امامت‘‘، اعلیٰ حضرت کے رسالہ ’’مشعلِ ہدایت‘‘ پر پُر مغز مقدمہ، مفتی محمد علیم الدین نقشبندی دامت برکاتہم العالیہ کی کتاب ’’احکامِ طہارت‘‘ کا فقیہانہ ابتدائیہ، مفتی عبد القیوم ہزاروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب ’’اَلتَّوَسُّل‘‘ (عربی) کا اردو میں ترجمہ، حضرت شاہ احمد سعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تالیف ’’اِثۡبَاتُ الۡمَوۡلِدِ وَالۡقِيَامِ‘‘ (عربی) کا اردو میں ترجمہ، دیگر قومی جرائد و رسائل میں مختلف دینی موضوعات پر مقالہ جات آپ کی قابلیت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

"اِثْبَاتُ الْمَوْلِدِ وَالْقِیَامِ" کے ترجمہ کی افادیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ شیخ الاسلام حضرت ابوالحسن زید فاروقی الازہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، سجادہ نشین خانقاہ شاہ احمد ابوالخیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، دہلی سے جب پاکستان دورے پر تشریف لائے، مولانا رشید نقشبندی ملاقات کے لئے حاضرِ خدمت ہوئے۔ پہلے دن بغیر تعارف کے ملاقات ہوئی۔ دوسرے دن جب حاضرِ خدمت ہوئے تو کسی ساتھی نے تعارف کروایا کہ حضرت یہ مولانا محمد رشید نقشبندی ہیں جنہوں نے "اِثْبَاتُ الْمَوْلِدِ وَالْقِیَامِ" کا اردو ترجمہ کیا ہے۔ حضرت فرطِ محبت سے کھڑے ہو گئے، مولانا کو سینے سے لگایا، سر پر دستِ شفقت پھیراا اور فرمایا: "مولانا آپ نے ہمارے خاندان پر بڑا احسان کیا ہے، ترجمہ دیکھا، بہت عمدہ تھا"۔ اور فرمایا مجھے رام پور سے اسی مسئلے کے بارے میں خط آیا تھا، میں نے آپ کی وہ کتاب ان کو روانہ کر دی۔

حضرت مؤلف اور حضرت مترجم جیسی شخصیات کی حیاتِ سرمدی پر استاذ عبد الرحمٰن شوقی مصری کا یہ مصرعہ صادق آتا ہے:

اَلنَّاسُ صِنْفَانِ مَوْتٌ فِیْ حَیَاتِہِمْ
وَآخَرُوْنَ بِبَطْنِ الْاَرْضِ اَحْیَاءٌ

"لوگ دو قسموں کے ہیں: ایک اپنی زندگی میں بھی مردہ ہیں، اور دوسرے زیرِ زمین بھی زندہ ہیں۔"

عبید الہادی **محمد اقصد** طابی
محلّہ سلطانیہ، کالا دیو، جہلم
۷ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ، ۲۰۱۰/۳/۲۴ء۔

اثبات المولد و القیام (اردو)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سب خوبیاں اللہ تعالیٰ کے لئے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے اگرچہ کافروں کو ناپسند ہو۔ حضور خاتم النبیین (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) اور آنکھوں کے نور آپ کے آل و اصحاب پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہوں۔

اے میلادِ مصطفیٰ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے دلائل پوچھنے والے عالمو!

یاد رکھو! میلاد شریف کی محفل میں آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی کمالِ شان پر دلالت کرنے والی آیات اور صحیح احادیث، ولادتِ باسعادت، معراج شریف، معجزات اور وفات کے واقعات کا بیان کرنا ہمیشہ سے بزرگانِ دین کا طریقہ رہا ہے۔ لہٰذا تمہارے انکار کی، ضد کے سوا کوئی وجہ نہیں۔

اگر تم مسلمان ہو اور محبوبِ رب العالمین سید الانبیاء والمرسلین صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے احوال سننے کا شوق ہے تو ہمارے پاس آؤ اور (ہم سے احوالِ مصطفیٰ) سنو (تاکہ) تمہیں پتہ چلے کہ ہمارا دعویٰ حقیقت پر مبنی ہے۔ محفلِ میلاد دراصل وعظ و نصیحت ہے، اُس کے لئے جو کان لگائے اور متوجہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:

وَذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ۝ [الذاریات:۵۵]

"نصیحت کرو، بے شک نصیحت مومنین کیلئے مفید ہے۔"

ہمارے زمانہ کے جہلاء، جو اپنے آپ کو "پڑھا لکھا" اور "صالحین" سمجھتے ہیں، کے وعظ کی طرح نہ ہو، جو انبیاء اور اولیاء کی توہین اور مومنین کی غیبت کا مجموعہ ہوتا ہے۔ حالاں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں غیبت سے منع فرمایا ہے۔ ارشاد ہے:

وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ۝ [الحجرات:۱۲]

"ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو، کیا تم میں کوئی اپنے مرے بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے گا؟ تمہیں ہرگز یہ گوارا نہ ہوگا، اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔"

جاہل واعظ خود گمراہ ہیں اور دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں، خود برباد ہوئے، دوسروں کو برباد کرتے ہیں۔ اپنے آپ سے بے خبر چند بے وقوف، شر پسند اور متکبر اگر چراغ تک پہنچتے ہیں تو ہوا بن جاتے ہیں (یعنی چراغِ ہدایت کو بجھانے کی کوشش کرتے ہیں) اور دماغ تک پہنچتے ہیں تو دھواں ہو جاتے ہیں (یعنی اس کو تاریک کرنے کی کوشش کرتے ہیں)۔ اللہ تعالیٰ ان سے بچائے۔

میلاد شریف ذکرِ رسول ہے

ذکرِ رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ، اللہ تعالیٰ کا ہی ذکر ہے۔ حضرتِ ابو سعید خُدری (رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ) سے روایت ہے، حضور نبیِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا:

"میرے پاس جبرئیل آئے اور کہا بے شک میرا اور آپ کا رب فرماتا ہے: آپ جانتے ہیں میں نے آپ کا ذکر کیسے بلند کیا؟ میں نے کہا اللہ بہتر جانتا ہے۔ (جبرئیل نے) کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میرا ذکر کیا جائے، آپ کا میرے ساتھ ذکر کیا جائے۔"

ابنِ عطاء[10] سے روایت ہے کہ میں نے (اللہ نے) آپ کے ساتھ اپنے ذکر کو تکمیلِ ایمان کا ذریعہ بنایا۔ ابنِ عطاء ہی سے روایت ہے کہ (اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا کہ) میں نے آپ کو اپنا ذکر بنادیا، جس نے آپ کا ذکر کیا اس نے میرا ذکر کیا۔ یہ (روایت) شفاء میں مذکور ہے[11]۔

(ان دلائل کے ہوتے ہوئے) جو اللہ اور اس کے رسول (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ) کے ذکر سے روکے، وہ شیطانی لشکر سے ہے جس کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے نفرت ہے۔ کیونکہ مومنِ صادق تو ذکرِ محبوب کا مشتاق ہوتا ہے اور ذکرِ محبوب سے لذت پاتا ہے۔ کسی شاعر نے کہا ہے

---

[10] ابنِ عطاء احمد بغدادی، وفات ۳۰۹ھ (۹۲۱ء)

[11] کتاب الشفاء، مؤلف قاضی عیاض بن موسیٰ، وفات ۵۴۴ھ (۱۱۴۹ء)، مراکش

اَعِدْ ذِکْرَ نُعْمَانٍ لَنَا اِنَّ ذِکْرَہٗ

ھُوَ الْمِسْکُ مَا کَرَّرْتَہٗ یَتَضَوَّعْ

"ہمارے سامنے نعمان کا بکثرت ذکر کر، بلاشبہ اس کا ذکر جتنی دفعہ کروگے کستوری کی طرح مہکے گا۔"

محب تو ذکرِ محبوب سننے کیلئے مال، اولاد، ازواج، جان سب کچھ قربان کر دیتا ہے۔ جیسا کہ حضرتِ ابراہیم خلیل اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ کا طریقہ تھا۔ لہٰذا جس کا دل چاہے اللہ کی فوج میں شامل ہو جائے، اللہ کی فوج یقیناً کامیاب ہے، اور جس کا دل چاہے شیطانی ٹولے میں شامل ہو جائے، شیطانی ٹولہ خسارے میں ہے۔

احادیث شریفہ اور علماءِ کرام کے اقوال

اب ہم اشرار کے علی الرغم اکابر کی ذکر کردہ خاص دلیلیں بھی ذکر کرتے ہیں۔ امام حافظ ابوالفضل ابنِ حجر نے حدیث سے ایک ضابطہ کا استخراج فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں کہ

"رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مدینہ شریف تشریف لائے تو وہاں کے یہودیوں کو عاشورہ کا روزہ رکھتے ہوئے دیکھا، تو اُن سے دریافت فرمایا کہ تم عاشورہ کا روزہ کیوں رکھتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ یہ دن نہایت مقدس اور مبارک ہے، اِسی دن اللہ تعالیٰ نے فرعون کو غرق فرمایا اور موسیٰ کو نجات بخشی، اور ہم تعظیماً اِس دن کا روزہ رکھتے ہیں۔ حضور (عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ) نے فرمایا ہم موسیٰ کا دن منانے میں تم سے زیادہ حقدار ہیں۔

پس حضور نے خود بھی روزہ رکھا اور صحابہ کو روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ معلوم ہوا کہ جس دن اللہ تعالیٰ کی کسی خاص نعمت کا نزول ہو یا کسی مصیبت سے نجات ہو، نہ صرف اسی دن بلکہ ہر سال اس تاریخ کو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر بجالانے کے مختلف طریقے ہیں: عبادت، قیام، سجود، صدقہ اور تلاوت وغیرہ۔ اور یومِ میلاد شریف وہ دن ہے جس دن اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمتِ عظمیٰ اور رحمت عطا ہوئی۔ لہٰذا قصہ ٔ موسیٰ کے ساتھ مطابقت کے لئے ہر سال یومِ میلاد کا اہتمام کرنا چاہیئے۔

اور کہا ہمارے شیخ، شیخ الاسلام، علامہ جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر سیوطی [12] رَحِمَہُ اللّٰہ نے:

"حافظ (ابنِ حجر) کی دلیل کے علاوہ بھی میرے پاس ایک دلیل ہے، اور وہ یہ کہ امام بیہقی نے حضرتِ انس رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ سے روایت کی ہے کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ نے اپنا عقیقہ اعلانِ نبوت کے بعد خود کیا، حالانکہ آپ کے دادا عبد المطّلب آپ کی ولادت کے ساتویں روز آپ کا عقیقہ کر چکے تھے، اور عقیقہ بار بار نہیں ہوتا، ایک ہی دفعہ ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ ایسا حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ نے ادائے شکر کے طور پر کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو رحمۃً للعالمین بنایا اور ہمیں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ کی امت ہونے کا شرف بخشا۔ جس طرح آپ خود اپنی ذات پر درود

---

[12] وفات ۹۱۱ھ (۱۵۰۵ء)، مصر

وسلام بھیجا کرتے تھے، ہمیں چاہئے کہ ہم آپ کے میلاد کی خوشی میں جلسہ کریں، کھانا کھلائیں، اور دیگر عبادات اور خوشی کے جو طریقے ہیں اُن کے ذریعے شکر بجالائیں۔

شرح سنن ابنِ ماجہ میں اس یوم کی تصریح بھی ہے، اور امام جلال الدین عبدالرحمٰن (سیوطی) نے فرمایا کہ:

میلادِ مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ معظم اور مکرم ہے، آپ کا یومِ ولادت مقدس و بزرگ اور یومِ عظیم ہے، آپ کا وجود عشاق کے لئے ذریعۂ نجات ہے، جس نے نجات کے لئے ولادتِ مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خوشی کا اہتمام کیا، اس کی اقتداء کرنے والے پر بھی رحمت و برکت کا نزول ہو گا۔ یومِ ولادت اس لحاظ سے جمعہ کے مشابہ ہے، کہ جمعہ والے دن جہنم میں آگ نہیں بھڑکائی جاتی۔ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے یونہی مروی ہے۔ اظہارِ خوشی اور اپنی بساط کے مطابق خرچ کرنا، اور جو دعوتِ ولیمہ دے اس کی دعوت قبول کرنا بہت اچھا ہے۔

(عربی سے تصحیح مکمل، ۲۵۳)

امام ابو عبد بن الحاج [13] نے اِس ماہِ میلادِ مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ کی یوں فضیلت بیان فرمائی کہ:

"نبیِ کریم عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس ماہ کو فضیلت عطا فرمائی۔ سید الاولین والآخرین کی تشریف آوری اللہ تعالیٰ کا احسانِ عظیم ہے۔ ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اس نعمتِ عظمیٰ کا شکر بجا لاتے ہوئے زیادہ سے زیادہ عبادت اور نیکی کی جائے۔ اگرچہ نبی عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اس ماہ میں معمول سے زیادہ کچھ نہیں کیا کرتے تھے۔ یہ آپ کی امت پر مہربانی اور شفقت تھی۔ حضور عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کوئی کام اِس لئے بھی چھوڑ دیتے تھے کہ کہیں اُمت پر فرض نہ ہو جائے۔ ایسا امت پر شفقت کی وجہ سے تھا۔ لیکن آپ نے اس ماہ کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔ ایک سائل نے بروز پیر روزہ رکھنے کے متعلق آپ سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا: "یہ وہ دن ہے جس دن میں پیدا ہوا"۔ آپ کا یومِ ولادت ربیع الاول کی شرافت کو مستلزم ہے، ہمیں چاہئے کہ اس ماہ کا سخت احترام کریں، اس مہینے کو اُن تمام مہینوں، زمانوں اور امکنہ سے زیادہ افضل سمجھیں جن کو اللہ تعالیٰ نے بعض عبادات کیلئے خاص کیا ہے۔ ظاہر ہے کسی جگہ یا زمانہ کو بذاتِ خود کوئی فضیلت نہیں، فضیلت صرف ان واقعات کی وجہ سے ہے جو کسی جگہ یا زمانہ میں رونما ہوئے۔ ذرا غور کرو! ربیع الاول

[13] حضرت امام ابو عبد اللہ محمد بن محمد عبدری مالکی المعروف ابن الحاج الفاسی (وفات ۷۳۷ھ، ۱۳۳۶ء)

میں پیر کے دن کون تشریف لایا؟ کیا تمہیں معلوم نہیں؟ پیر والے دن روزہ رکھنا صرف حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کے یومِ ولادت کی وجہ سے عظیم فضیلت رکھتا ہے۔ ہمیں چاہئے کہ جب ربیع الاول کی تشریف آوری ہو، اول سے آخر تک انتہائی تعظیم و تکریم کا مظاہرہ کیا جائے۔ اور یہ آپ کی سنت ہے، کیونکہ آپ اُس دن نیکی اور خیرات زیادہ کیا کرتے تھے جس دن کوئی فضیلت والا واقعہ پیش آتا۔"

شیخ احمد بن خطیب قسطلانی[14] مواہبِ لَدنیہ میں فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے جمعہ میں ایک ایسی گھڑی کہ ہر دعا اس میں قبول ہوتی ہے، صرف اس لئے رکھی ہے کہ حضرتِ آدم عَلَیْہِ السَّلَامُ جمعہ کو پیدا ہوئے۔ اور پیر جو حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کا یومِ ولادت ہے، کی کیا شان ہوگی؟ (شاید کوئی یہ وہم کرے کہ) جس دن حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَامُ تشریف لائے اس دن میں خطبہ اور جماعت وغیرہ لازم کردیئے گئے۔ لیکن حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کی ولادت جس دن ہوئی، کوئی چیز لازم کیوں نہیں ہوئی؟ جواب: یہ بھی نبی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کا اعزاز ہے۔ آپ رحمۃً اللعالمین ہیں اور کسی عبادت کا لازم نہ ہونا بھی آپ کی رحمت اور سخاوت کی دلیل ہے۔ حضرتِ قتادہ سے روایت ہے کہ حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ

---

[14] حضرت علامہ امام احمد بن محمد شہاب الدین قسطلانی شافعی مصری (وفات ۹۲۳ھ، ۱۵۱۷ء)، مؤلف ارشاد الساری شرح صحیح بخاری، مواہبِ لدنیہ، ودیگر کتبِ شرعیہ۔

وَالسَّلَامُ سے پیر کو روزہ رکھنے کے بارے میں سوال کیا گیا، آپ نے فرمایا اِس دن ہی میں پیدا ہوا ہوں اور اِسی دن مجھ پر وحی نازل ہوئی (مسلم)۔ حضرتِ ابنِ عباس سے روایت ہے کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ پیر کو پیدا ہوئے اور پیر کو ہی آپ مبعوث ہوئے، اور پیر کو ہی آپ نے ہجرت فرمائی، پیر کو ہی آپ مدینہ منورہ میں داخل ہوئے اور پیر کو ہی حجاب اٹھائے گئے (مسند)۔"

حافظ ابو شامہ[15] جو امام نَوَوی کے شیخ تھے، اپنی کتاب "الباعِثُ علی اِنکارِ البِدعِ وَالحَوادِثِ" میں فرماتے ہیں:

"ایسے اچھے کاموں کی دعوت دینی چاہیئے، اور اہتمام کرنے والے کی حوصلہ افزائی اور تعریف کرنی چاہیئے۔"

شیخ امام عالم علامہ نصیر الدین مبارک[16] اپنے قلمی فتویٰ میں فرماتے ہیں:

"یہ جائز ہے، خلوصِ نیت سے ایسا کرنے والے کو ثواب ہو گا۔"

امام ظہیر الدین[17] فرماتے ہیں:

---

[15] حضرت امام ابو القاسم شہاب الدین عبد الرحمٰن بن اسماعیل مقدسی دمشقی، المعروف حافظ ابو شامہ (وفات ٦٦٥ھ، ١٢٦٧ء) مشہور مؤرخ اور محدث تھے اور امام نووی شافعی کے استاد تھے۔

[16] حضرت علامہ نصیر الدین مبارک بن یحییٰ مصری المعروف ابن طباخ (وفات ٦٦٧ھ)

”یہ حَسن ہے جب کہ اہتمام کرنے والے کا مقصد صالحین کو جمع کرنا، نبیِ امین کی بارگاہ میں ہدیۂ صلوات پیش کرنا، اور غرباء و مساکین کو کھانا کھلانا ہو، مذکورہ شرط کے ساتھ اس حد تک ایسے کام ہر وقت موجبِ ثواب ہیں۔“

شیخ نصیر الدین فرماتے ہیں:

”یہ عمدہ اجتماع ہے جس کے انعقاد پر ثواب ملے گا۔ نیک لوگوں کو کھانا کھلانے اور اللہ کا ذکر کرنے کیلئے، اور بارگاہِ رسالت میں ہدیۂ درود پیش کرنے کے لئے جمع کرنا عبادات کے اجر و ثواب کی زیادتی کا سبب ہے۔“

امام حافظ ابو محمد عبد الرحمٰن بن اسماعیل (ابو شامہ مقدسی) کا ارشادِ گرامی ہے:

”ہمارے زمانے کا بہترین نیا کام ہر سال نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی ولادتِ باسعادت کے دن صدقات خیرات کرنا، زیب و زینت اور مسرت کا اظہار ہے، کیونکہ اس میں فقراء پر احسان بھی ہے اور محفلِ میلاد کرنے والے کے دل میں نبیِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی محبت اور تعظیم و تکریم کی علامت بھی ہے، اور اللہ تعالیٰ کے احسان کا شکر ہے کہ اس نے تمام جہانوں کیلئے باعثِ رحمت اپنے رسول کو پیدا فرمایا، صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی جَمِیْعِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ۔“

---

[17] حضرت امام ظہیر الدین جعفر بن یحییٰ بن جعفر تزمنتی شافعی (وفات ۶۸۲ھ، ۱۲۸۳ء)

اسی طرح شیخ امام علامہ صدر الدین موہوب بن عمر الجزری[18] رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے بھی فرمایا ہے۔

یہ ساری عبارات سیرتِ شامیہ سے منقول ہیں۔

حضرت مجددِ الفِ ثانی اور میلاد شریف

اے سائل! تو نے حضرتِ امامِ ربانی (مجددِ الفِ ثانی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ) کے متعلق کہا ہے (کہ آپ محفلِ میلاد سے منع فرماتے تھے)۔ تیرا یہ قول قطعاً غلط ہے۔ ہمارے امام اور قبلہ نے گانے کی مجلس میں حاضر ہونے سے منع کیا ہے، اگرچہ اُس مجلس میں قرآن کی تلاوت اور نعتیہ قصائد پڑھے جائیں۔ حضرت امامِ ربّانی نے قرآن و حدیث کے پڑھنے سے منع نہیں فرمایا، جیسا کہ حضرت امامِ ربانی کی مراد سے بے خبر لوگوں نے گمان کرلیا ہے۔ اِس قسم کی بات حضرت امامِ ربانی پر بہت بڑا بہتان ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ

"تم ایسا کام کبھی نہ کرو اگر تم ایمان دار ہو۔"

حضرتِ امامِ ربانی کے مکاتیب کا بنظرِ انصاف مطالعہ کرو۔ مکتوب ۲۶۶ جلد اول میں حضرت امامِ ربانی فرماتے ہیں:

(ابتدا مکتوب شریف)

"جان لو! سماع اور رقص در حقیقت لہو و لعب میں داخل ہے۔ آیتِ کریمہ:

[18] حضرت علامہ قاضی صدر الدین موہوب بن عمر بن موہوب جزری مصری (وفات ۶۶۵ھ)

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشتَرِىْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ [لقمان]

(ترجمہ:) ”اور لوگوں میں (کوئی) ایسا بھی (نالائق) ہے جو واہیات (خرافات) قصے کہانیاں مول لے لیتا ہے۔“

سرود کی ممانعت میں نازل ہوئی۔ مجاہد، جو ابنِ عباس کے شاگرد اور اکابر تابعین سے ہیں، فرماتے ہیں: ”لَهوَ الحَدِيث سے مراد سرود ہے[19]۔“ حضرت مجاہد اللہ تعالیٰ کے قول لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ (زور میں حاضر نہیں ہوتے) کی تفسیر بیان فرماتے ہیں: ”یعنی سرود و سماع میں حاضر نہیں ہوتے۔“

پس خیال کرنا چاہئے کہ مجلسِ سماع ورقص کی تعظیم کرنا بلکہ عبادت وطاعت جاننا کتنا برا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے ہمارے بزرگ خود بھی اِس امر میں مبتلا نہیں ہوئے اور ہمیں بھی اس امر کی تقلید سے رہائی عطا فرمائی۔

سنا ہے مخدوم زادے سرود کی طرف رغبت کرتے ہیں اور سرود و قصیدہ خوانی کی مجلس جمعہ کی راتوں میں منعقد کرتے ہیں اور اکثر احباب اِس امر میں موافقت کرتے ہیں۔ بڑے تعجب کی بات ہے کہ دوسرے سلسلوں کے مرید تو اپنے پیروں کے عمل کا بہانہ بنا کر اِس عمل کے مرتکب ہوتے

[19] اس مسئلہ کی مزید تحقیق مطلوب ہو تو امام اہلسنت مولانا احمد رضا خان علیہ الرحمۃ کا رسالہ ”اقامۃ القیامہ“ دیکھیں۔ مترجم

ہیں اور شرعی حرمت کو اپنے مشائخ کے عمل سے دفع کرتے ہیں، اگرچہ اِس امر میں حق پر نہیں ہیں۔ لیکن سلسلۂ مجددیہ کے احباب اِس اَمر کے ارتکاب میں کون سا عذر پیش کریں گے؟ ایک طرف حرمتِ شرعی اور دوسری طرف اپنے مشائخ کی مخالفت۔ (بالفرض) حرمتِ شرعی نہ بھی ہوتی، پھر بھی آئینِ طریقت میں کسی نئے امر کا پیدا کرنا قبیح ہے، اور جب حرمتِ شرعی بھی ساتھ جمع ہو جائے تو ایسے امر کیوں قبیح نہ ہوں؟

(مکتوب شریف کی عبارت ختم ہوئی)

حضرت مجدد رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ مکتوبات کی تیسری جلد میں فرماتے ہیں:

"اچھی آواز سے صرف قرآنِ مجید اور نعت و منقبت کے قصائد پڑھنے میں کیا حرج ہے؟ منع تو یہ ہے کہ قرآنِ مجید کے حروف کو تبدیل و تحریف کیا جائے اور مقاماتِ نغمہ کا التزام کرنا اور الحان کے طریق سے آواز کو پھیرنا اور اس کے مناسب تالیاں بجانا جو کہ شعر میں بھی ناجائز ہیں۔ اگر ایسے طریقہ سے مولود پڑھیں کہ قرآنی کلمات میں تحریف واقع نہ ہو اور قصائد پڑھنے میں شرائطِ مذکورہ متحقق نہ ہوں اور اس کو بھی صحیح غرض سے تجویز کریں تو پھر کون سی رکاوٹ ہے؟"

پس معلوم ہوا کہ حضرتِ مجدد قُدِّسَ سِرُّہٗ کی جو عبارت میلاد کے منکر بطورِ دلیل پیش کرتے ہیں، اُس عبارت سے حضرتِ مجدد کی مراد یہ ہے کہ "قصائد اور نعت خوانی میں نغمہ کا التزام کرنا، الحان کے طریق سے آواز کو پھیرنا اور اس کے مناسب تالیاں بجانا منع

ہے۔" جیسا کہ حضرت کی مذکورہ عبارت سے بالکل ظاہر ہے۔ مخالفین نے غلط سمجھا ہے، حضرتِ امام نے مطلقاً محفلِ میلاد کو منع نہیں فرمایا۔ پس حق ثابت ہو گیا۔

سادہ لوح عوام کو گمراہ کرنے اور اپنا کھوٹا سکہ رائج کرنے کیلئے اِس فرقۂ باطلہ نے ایک نیا طریقہ نکالا ہے۔ ہمارے بزرگوں کو بدنام کرتے ہیں، کہتے ہیں فلاں بزرگ نے یوں لکھا، فلاں نے یوں لکھا۔ اللہ تعالیٰ اِن کے جھوٹ سے پاک ہے۔

تذکرۂ ولادت کے وقت کھڑا ہونے کا مسئلہ

رہا آنحضرت صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے تذکرۂ ولادت مبارکہ کے وقت کھڑا ہونے کا مسئلہ، تو حضور سرورِ عالم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی حیاتِ طیبہ میں آپ کی تعظیم کیلئے کھڑے ہونا صحابۂ کرام سے ثابت ہے۔ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں: ہم آپ کے ساتھ مسجد میں باتیں کیا کرتے تھے، جب حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کھڑے ہوتے تو ہم بھی کھڑے ہو جاتے، تاوقتیکہ حضور اپنی کسی زوجہ محترمہ کے حجرہ میں داخل ہو جاتے۔

اور جان لو! حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی تعظیم و توقیر جس طرح حیاتِ طیبہ میں لازم تھی، اسی طرح بعد از وصال بھی لازم ہے۔ اور حضور سیدِ عالم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی تعظیم اُس وقت ہو گی جب آپ کا ذکر کرے، حدیث بیان کرے، آپ کی سنت بیان کرے، یا آپ کا اسمِ شریف اور سیرتِ پاک سنے۔

صاحبِ شفا نے اِس روایت سے استنباط کیا کہ آپ کی موت و حیات، تعظیم و توقیر کے لحاظ سے برابر ہیں۔ اور اس کی صورت یہ ہے کہ حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا ذکر،

آپ کی حدیث و سنت کا بیان ادب و احترام سے کرے، اور آپ کا اسم شریف اور سیرتِ پاک خضوع و خشوع سے سنے، اور آپ کے اہلِ بیت اور صحابہ کی تعظیم کرے۔

اِس روایت سے معلوم ہوا کہ آپ کی حیاتِ مبارکہ میں اور وصال کے بعد تعظیم و توقیر یکساں ہے۔

لہٰذا اگر کوئی عالمِ ارواح سے اِس دنیا میں آپ کی تشریف آوری کی تعظیم بجالائے تو کیا حرج ہے؟ حرمین شریفین کے علماءِ کرام اور مذاہبِ اربعہ کے مفتیانِ عظام اس کے مستحب ہونے کا فتویٰ دے چکے ہیں۔ بلکہ ایک حنبلی مفتی نے تو اِس کے وجوب کا قول کیا ہے۔

مکہ مکرمہ کے یکتائے روزگار مفسر اور محدث مولانا عبداللہ سراج حنفی[20]، جن کے حلقۂ درس میں اِس نومولود فرقہ کا سردار نہ صرف بازانوئے ادب حاضر ہوا کرتا تھا بلکہ آپ کی جامعیّت کا معترف بھی تھا، نے بھی قیام کے مستحسن ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔ آپ کا مہر زدہ فتویٰ راقم (حضرت شاہ احمد سعید) کے پاس موجود ہے، جو چاہے دیکھ سکتا ہے۔

امام برزنجی[21] اپنے رسالہ عقد الجوہر میں فرماتے ہیں:

---

[20] حضرت علامہ عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن سراج حنفی مکی، وفات ۱۲۶۴ھ، اپنے زمانہ میں مکہ مکرمہ میں حنفی فقہ کے مفتی تھے۔

[21] حضرت امام سید جعفر بن حسن برزنجی شافعی، وفات ۱۱۷۷ھ، مؤلف "العقد الجوہر فی مولد النبی الازہر"

”بے شک نبیِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے ذکرِ ولادت کے وقت قیام کرنا اُن اماموں نے مستحسن سمجھا جو صاحبِ روایت و درایت تھے، اُس شخص کو مبارک ہو جس کا مقصد نبیِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی تعظیم ہے۔“

اب ہم علماءِ مذکورین کے فتوے نقل کرتے ہیں جو بغور سننے کے قابل ہیں۔

سوال: سید المرسلین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی ولادتِ باسعادت اور مولد مبارک پڑھتے وقت عرب و عجم کے علماء و صلحاء کے درمیان مروج قیام کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ واجب ہے؟ یا مستحب ہے؟ یا مباح ہے؟ مدلل اور شافی کافی جواب ارشاد فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

جواب: عبد اللہ سراج مکی مفتی حنفیہ فرماتے ہیں:

”یہ قیام مشہور اماموں میں برابر چلا آتا ہے، اور اسے ائمہ و حکام نے برقرار رکھا ہے، اور کسی نے رد و انکار نہیں کیا، لہٰذا مستحب ٹھہرا۔ اور نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے سوا اور کون مستحقِ تعظیم ہے۔ اور سیدنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کی حدیث کافی ہے کہ جس چیز کو مسلمان بہتر سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی بہتر ہے۔“

شافعی فقہ کے مفتی علامہ عثمان بن حسن دمیاطی شافعی[22] اپنے رسالہ ”اثباتِ قیام“ میں فرماتے ہیں:

حضور سید المرسلین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے ذکرِ ولادت کے وقت قیام کرنا ایک ایسا امر ہے، جس کے مستحب و مستحسن و مندوب ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے، اور قیام کرنے والے کو ثوابِ کثیر اور فضلِ کبیر حاصل ہو گا۔ کیونکہ یہ قیام تعظیم ہے۔ کس کی؟ اس نبیِ کریم صاحبِ خُلقِ عظیم عَلَیْہِ التَّحِیَّۃِ وَالتَّسْلِیْمِ کی، جن کی برکت سے اللہ تعالیٰ ہمیں ظلماتِ کفر سے ایمان کی طرف لایا، اور اُن کے سبب ہمیں دوزخِ جہل سے بچا کر بہشتِ معرفت و یقین میں داخل فرمایا۔ تو حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی تعظیم میں خوشنودیِ رب العالمین کی طرف دوڑنا ہے، اور قوی ترین شعائرِ دین کا آشکار کرنا ہے۔ اور جو تعظیم کرے شعائرِ خدا کی، تو وہ دلوں کی پرہیز گاری سے ہے۔ اور خدا کی حرمتوں کی تعظیم کرنے والا اللہ تعالیٰ کے ہاں بہتر ہے۔

اس کے بعد بہت سے دلائل نقل کر کے فرمایا:

”اِن سب دلائل سے ثابت ہوا کہ ذکرِ ولادتِ شریفہ کے وقت قیام مستحب ہے کہ اس میں نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی تعظیم ہے۔“

---

[22] حضرت علامہ عثمان بن حسن دمیاطی شافعی ازہری مکی (وفات ۱۲۶۵ھ)۔ دمیاط (مصر) میں پیدا ہوئے۔ مکہ مکرمہ ہجرت فرمائی اور وہیں فوت ہوئے۔ علامہ احمد زینی دحلان کے استاد تھے۔

یہ خیال نہ کیا جائے کہ یہ قیام بدعت ہے۔ اِس لئے کہ ہم کہتے ہیں ہر بدعت بری نہیں ہوتی۔ جیسا کہ یہی جواب امامِ محقق ولی ابو ذرعہ عراقی نے دیا جب اُن سے مجلسِ میلاد کے متعلق پوچھا گیا تھا کہ مستحب ہے یا مکروہ؟ اور اس میں کچھ وارد ہوا ہے؟ یا کسی پیشوا نے کیا ہے؟ تو جواب میں فرمایا:

"ولیمہ اور کھانا ہر وقت مستحب ہے۔ پھر اس صورت کا کیا پوچھنا جب اس کے ساتھ اس ماہِ مبارک میں ظہورِ نبوت کی خوشی مل جائے۔ اور ہمیں یہ امر سلف سے معلوم نہیں، نہ بدعت ہونے سے کراہت لازم ہوتی ہے، کہ بہت سی بدعتیں مستحب بلکہ واجب ہوتی ہیں جب ان کے ساتھ کوئی خرابی مضموم نہ ہو۔ اور اللہ تعالیٰ توفیق دینے والا ہے۔"

اس کے بعد آگے چل کر پھر ارشاد فرماتے ہیں:

"بے شک امتِ مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے اہلِ سنت والجماعت کا اجماع و اتفاق ہے کہ قیام مستحسن ہے اور بے شک نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فرماتے ہیں میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوتی۔"

امام علامہ دانقی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں:

"قوم کی عادت جاری ہے کہ جب مدح خوان ذکرِ میلادِ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تک پہنچتا ہے تو لوگ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور یہ بدعت

مستحب ہے کہ اِس میں نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی پیدائش پر خوشی اور حضور کی تعظیم کا اظہار ہے۔"

امام علامہ ابوزکریا یحییٰ صرصری حنبلی[23] فرماتے ہیں:

قَلِيلٌ لِمَدحِ المُصطَفٰى الخَطُّ بِالذَّهَبِ
عَلٰى فِضَّتِهِ مِنْ خَطِّ أحسن من كتب

وأن تَنهَضَ الأشرافُ عِندَ سَمَاعِهِ
قِيامًا صفوفًا اَو جثيا على الركب

"مدحِ مصطفیٰ کے لئے یہ بھی تھوڑا ہی ہے کہ جو سب سے اچھا خوش نویس ہو اس کے ہاتھ سے چاندی کے پتّر پر سونے کے پانی سے لکھی جائے، اور جو لوگ شرفِ دینی رکھتے ہیں وہ ان کی نعت سن کر صف باندھ کر سر وقد یا گھٹنوں کے بل کھڑے ہو جائیں۔"

جس کو اللہ تعالیٰ توفیق اور ہدایت دے اس کے لئے اس قدر کافی ہے۔ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا۔ یہ (فتویٰ) فقیر، اپنے رب کا دنیا و آخرت میں محتاج، عثمان بن حسن دمیاطی شافعی، خادمِ طلباء مسجدِ حرام و سابق مدرس جامع ازہر نے دیا ہے اور

---

[23] حضرت امام ابوزکریا یحییٰ بن یوسف صرصری حنبلی (وفات ٦٥٦ھ)، علمِ لغت، فقہ اور تصوف کے امام تھے۔ ایک واسطہ سے حضور غوثِ اعظم سیدنا عبد القادر جیلانی قدس اللہ سرہ کے مرید تھے۔

املاء کرایا ہے۔ اللہ تعالیٰ میرے گناہ معاف فرمائے اور دنیا آخرت میں سب احباب کی پردہ پوشی فرمائے۔وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

عبد اللہ بن محمد المیر غنی الحنفی[24]، مفتی مکہ مکرمہ، فرماتے ہیں:

"الحمد للّٰہ عز شانہ، رَبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا (اے اللہ میرا علم زیادہ فرما)۔ سید الاولین والآخرین کی ولادتِ مبارکہ کے ذکر کے وقت قیام کو بہت علماء نے پسند کیا ہے۔وَاللّٰہُ اَعْلَمُ"

حسین بن ابراہیم[25]، مفتی مالکیہ بمکہ، فرماتے ہیں:

"الحمد للّٰہ وحدہ اللّٰھم ھدایۃ اللصواب، ہاں ذکرِ ولادت کے وقت قیام بہت علماء نے پسند کیا اور یہ قیام حسن ہے۔ کیونکہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی تعظیم واجب ہے۔وَاللّٰہُ اَعْلَمُ"

محمد عمر ابنِ ابی بکر، مفتی شافعیہ مکہ مکرمہ، کا ارشاد ہے:

---

[24] حضرت علامہ عبد اللہ بن محمد بن سید عبد اللہ میر غنی حنفی مکی (وفات ۱۲۷۳ھ)، مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے اور وہیں وفات پائی، فقہ حنفی کے مفتی تھے۔

[25] حضرت شیخ حسین بن ابراہیم مغربی مالکی (وفات ۱۲۹۲ھ)، مکہ مکرمہ میں فقہ مالکی کے مفتی تھے۔

"حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی ولادتِ مبارکہ کے ذکر کے وقت قیام واجب ہے، کیونکہ روحِ اقدس حضورِ معلّیٰ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جلوہ فرما ہوتی ہے، تو اس وقت تعظیم و قیام لازم ہوا۔ جید علماءِ اسلام و اکابر نے قیامِ مذکور کو پسند فرمایا ہے۔"

محمد بن یحییٰ[26]، مفتی حنابلہ مکہ مشرفہ، نے بھی ذکرِ ولادت کے وقت قیام کے استحباب و استحسان کی تصریح فرمائی ہے۔[27]

میلاد شریف سب سے بڑی عید ہے

رہا تمہارا یہ سوال کہ ہم نے ربیع الاول شریف میں ایک اپنی طرف سے "تیسری عید" بنالی ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم مسلمانوں کو لازم ہے کہ حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی تشریف آوری کے مہینہ کی نہ صرف ایک ہی رات بلکہ سب راتوں کو عید منائیں، علماءِ کبار اور محدثین کی تصریحات موجود ہیں۔

امام احمد بن خطیب العسقلانی نے اپنی کتاب مَواہبِ لَدُنیہ میں ذکر کیا ہے:

---

[26] حضرت علامہ شیخ محمد بن یحییٰ بن ظہیرۃ حنبلی مکی (وفات ۱۲۷۱ھ)، مکہ مکرمہ میں حنبلی فقہ کے مفتی تھے۔

[27] یعنی اہلِ سنت والجماعت کے چاروں مذاہب کے علماءِ کرام نے قیامِ میلاد شریف کو مستحب اور مستحسن فرمایا ہے، اور اس طرح اس امر پر اجماعِ امت ہو گیا ہے، اور حدیث شریف کے مطابق اس اُمت کا اجماع گمراہی پر نہیں ہو سکتا۔

"ابو لہب کی آزاد کردہ لونڈی ثُوَیْبَہ جس نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو دودھ پلایا تھا، نے نبیِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی ولادتِ باسعادت کی ابو لہب کو جب خوشخبری سنائی تو اُس نے ثویبہ کو آزاد کر دیا۔ جب ابو لہب مر گیا تو کسی نے اُس کو خواب میں دیکھا، پوچھا کیا گذری؟ ابو لہب نے کہا آگ میں جل رہا ہوں، ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ ہر پیر کی رات مجھ سے عذاب ہلکا کیا جاتا ہے، اور ابہام وسبابہ کے درمیانی مغاک کی مقدار مجھے پانی مل جاتا ہے جسے میں انگلیوں سے چوس لیتا ہوں، اور یہ اِس لئے کہ میں نے حضرت کی ولادت کی خوشی میں اپنی لونڈی ثویبہ کو آزاد کر دیا تھا اور اس نے آپ کو دودھ پلایا تھا۔"

ابنِ جوزی نے کہا

"ابو لہب ایسا کافر، جس کی مذمت میں قرآن پاک کی پوری سورۃ "تبت یدا ابی لہب" نازل ہوئی، (اُس) کو عذابِ جہنم کی تخفیف کا فائدہ ہوا، صرف اس لیے کہ اس نے ولادتِ مصطفیٰ کی خوشی منائی۔ جب ایک کافر کو یہ فائدہ پہنچا تو اس موحد غلام کا کیا حال ہوگا جو آپ کی ولادت سے مسرور ہو کر آپ کی محبت میں بقدرِ طاقت خرچ کرتا ہے۔

میری جان کی قسم! اللہ کریم کی طرف سے اس کی یہی جزا ہوگی کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضلِ عمیم سے اس کو جناتِ نعیم میں داخل فرمائے گا۔

حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ولادت کے مہینہ میں اہلِ اسلام ہمیشہ سے میلاد کی محفلیں منعقد کرتے چلے آئے ہیں، اور خوشی کے ساتھ کھانا پکاتے اور دعوتیں کرتے اور خوشی و مسرت کا اظہار کرتے رہے ہیں اور نیک کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے اور آپ

کے میلاد شریف کے پڑھنے کا خاص اہتمام کرتے رہے ہیں۔ چنانچہ ان پر اللہ کے فضلِ عمیم اور برکتوں کا ظہور ہوتا ہے۔

اور میلاد شریف کے خواص میں سے آزمایا گیا ہے کہ جس سال میلاد شریف پڑھا جاتا ہے، وہ سال مسلمانوں کیلئے حفظ و امان کا سال ہو جاتا ہے۔ اور میلاد شریف کرنے سے دلی مرادیں پوری ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس شخص پر بہت رحمتیں فرمائے جس نے ولادت کی مبارک راتوں کو خوشی و مسرت کی عیدیں بنالیا، تا کہ یہ میلاد مبارک کی عیدیں، سخت ترین علت و مصیبت ہو جائیں اس پر جس کے دل میں مرض وعناد ہے۔

شبِ میلاد، شبِ قدر سے افضل ہے

بے شک شبِ میلاد، شبِ قدر سے بھی افضل ہے۔ اِس لئے کہ:

(پہلی وجہ) شبِ قدر حضور کو عطا کی گئی جب کہ شبِ میلاد خود آپ کے ظہور کی رات ہے، اور ظاہر ہے کہ جس رات کو ذاتِ اقدس سے شرف ملا وہ اس رات سے ضرور افضل ہو گی جو آپ کو دیئے جانے کی وجہ سے شرف والی ہے، اور اس میں کوئی نزاع نہیں ہے۔ لہٰذا شبِ میلاد شبِ قدر سے افضل ہوئی۔

(دوسری وجہ) نیز لیلۃ القدر نزولِ ملائکہ کی وجہ سے مشرف ہوئی اور لیلۃ المیلاد بنفسِ نفیس حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ظہورِ مبارک سے شرف یاب ہوئی۔

(تیسری وجہ) شبِ قدر میں حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی امت پر فضل و احسان ہے، اور شبِ میلاد میں تمام موجوداتِ عالم پر فضل و احسان ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے

حضور کو رحمت اللعالمین بنایا ہے، تو آپ کی وجہ سے اللہ کی نعمتیں آسمان و زمین کی ساری مخلوق پر عام ہو گئیں۔ لہٰذا شبِ میلاد افضل ہے۔

یہ جو کچھ ذکر کیا گیا ہے ہمارے کثیر دلائل کا ایک حصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کو ہدایت دے، اُس کے لئے اِس قدر کافی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"اور اندھوں کو تم گمراہی سے ہدایت کرنے والے نہیں، تمہارے سنائے تو وہی سنتے ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں اور وہ مسلمان ہیں۔" (۲۷/۸۱)

عقائدِ اہلِ سنّت والجماعت

رہا تمہارا یہ الزام کہ ہم کسی نئے مذہب کے مدعی ہیں، تو اِس کا جواب یہ ہے کہ ہم بحمدہٖ تعالیٰ دینِ اسلام پر قائم ہیں، سلف و خلف میں مشہور ہیں، اگرچہ ناسمجھوں پر مخفی رہے۔ حضرتِ سعدی نے کیا خوب کہا ہے کہ

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

"اگر کوئی اندھا ہے تو اِس میں سورج کا کیا گناہ ہے؟ اگر اُلو دن کو نہ دیکھ سکے تو سورج کے چشمہ کا کیا گناہ ہے؟"

1 ہمارا اعتقاد ہے کہ اللہ تعالیٰ واحد ہے۔ نہ اس کا کوئی شریک ہے، نہ مثل ہے، نہ اس کی ضد ہے، نہ اس کا شبہ و ہمسر۔ اُس کے شایانِ شان وہی اوصاف ہیں جو اُس نے خود بیان

فرمائے۔ اُس کے مناسب وہی اسماء ہیں جو خود اُس نے اپنی ذات کے لئے تجویز فرمائے۔

وہ (حق تعالیٰ) نہ جسم، نہ جوہر، نہ مکین۔ بلکہ وہ ہر مکین و مکان کا خالق ہے۔ وہ نہ عرض، نہ اُس کیلئے اجتماع نہ افتراق، نہ اُس کے اجزاء۔ نہ اس کو ذکر تھکا سکتا ہے، نہ پریشانی لاحق ہو سکتی ہے۔ الفاظ و عبارات اس کی حقیقت بیان کرنے سے قاصر، اشارات اس کا تعین کرنے سے عاجز، افکار اس کا احاطہ نہیں کرسکتے، آنکھیں اِدارک نہیں کر سکتیں۔ ہر چیز کی اس کے نزدیک ایک خاص مقدار ہے، وہ وہم و فہم سے بالا ہے۔

- اگر تو کہے "کب"؟ تو وقت اس کے وجود سے پہلے ہو جائے گا۔
- اگر کہے "کس جگہ"، تو مکان پہلے ہو گا۔

2 وہ ہر مصنوع کیلئے علت ہے، اُس کے فعل کی کوئی علت نہیں۔ اس کی ذات اور فعل کیفیت سے پاک ہے۔ جس طرح آنکھیں اس کو نہیں دیکھ سکتیں، عقلیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں۔ اس کی ذات دیگر ذوات جیسی نہیں اور اس کی صفات دیگر صفات جیسی نہیں۔ بغیر کسی مثال اور معطل قرار دینے کے اللہ کے لئے وجہ، نفس، سمع، بصر کے ثابت کرنے پر ایمان رکھتے ہیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں فرمایا اور نبیِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی حدیث سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "لَیْسَ

كَمِثْلِهٖ شَیْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ"[28](اس کی مثل کوئی چیز نہیں اور وہ سمیع اور بصیر ہے)۔

3 ہم اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ جنت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ہو گا۔ اور احادیثِ مبارکہ کے مطابق جنت، دوزخ، لوح، قلم، حوض، پل صراط، شفاعت، میزان اور صور، عذابِ قبر، منکر نکیر کے سوال، شفاعت کرنے والوں کی شفاعت سے ایک قوم کو آگ سے نکالنے، مرنے کے بعد زندہ ہونے پر ہم ایمان رکھتے ہیں۔

4 نیز ہمارا عقیدہ ہے جنت دوزخ ہمیشہ رہیں گے۔ جنتی ہمیشہ جنت میں اور دوزخی ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے، مگر مومنین مرتکبِ کبائر ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہیں گے، اور اللہ تعالیٰ کے قول "وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ"[29] (اور اللہ نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے اعمال کو) کے مطابق اللہ تعالیٰ بندوں کے افعال کا خالق ہے جیسے کہ ان کی ذات کا خالق ہے۔

5 ہمارا عقیدہ ہے کہ تمام مخلوق اپنے مقرّرہ وقت پر مر جائے گی۔

6 اور شرک اور تمام گناہ اللہ تعالیٰ کی قضاء و قدر سے ہیں، لیکن مخلوق کا کوئی فرد اللہ تعالیٰ پر حجت قائم نہیں کر سکتا۔ غالب حجّت اللہ تعالیٰ ہی کی ہے، اور وہ اپنے بندوں سے کفر اور گناہ کو پسند نہیں فرماتا۔ رضا اور ارادہ دو الگ الگ صنعتیں ہیں۔

---

[28] سورۃ الشوریٰ ۴۲، آیۃ ۱۱

[29] سورۃ الصافات ۳۷، آیۃ ۹۶

7 ہم ہر مسلمان کے پیچھے نماز جائز سمجھتے ہیں نیک ہو یا بد۔

8 ہم کسی اہلِ قبلہ کو قطعی طور پر جنتی قرار نہیں دیتے۔

9 ہمارا عقیدہ ہے کہ خلافت قریش ہی کا حق ہے، خلافت میں کسی دوسرے کے لئے قریش کے ساتھ جھگڑا کرنا جائز نہیں۔[30]

10 ہم ظالم جابر حکمرانوں کے خلاف بھی بغاوت جائز نہیں سمجھتے جب تک مسلمان ہو۔[31]

11 اور ہم تمام آسمانی کتابوں اور انبیاء ورسل پر ایمان رکھتے ہیں۔

12 ہمارا عقیدہ ہے کہ انبیاء افضل البشر ہیں۔ لیکن نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ افضل الانبیاء اور خاتم النبیین ہیں۔

13 ہمارا عقیدہ ہے کہ بعد از انبیاء حضرت صدیقِ اکبر افضل البشر ہیں، پھر حضرتِ عمرِ فاروق، پھر حضرتِ عثمانِ غنی، پھر حضرتِ علی، اور (پھر باقی) عشرہ مبشرہ، پھر وہ حضرات جن کے جنتی ہونے کی نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے گواہی دی، اور پھر وہ حضرات جن میں آپ مبعوث ہوئے اور پھر با عمل علماء۔ (رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ اَجْمَعِیْنَ)

---

[30] مسئلہ خلافت کی تحقیق کیلئے امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کا رسالہ "دوام العیش فی الائمۃ من قریش" دیکھیں نیز خلفاء اربعہ قریش ہی ہیں (مترجم)۔

[31] لیکن جابر حکمرانوں کے سامنے کلمہ حق افضل جہاد ہے (مترجم)۔

14 ہمارا عقیدہ ہے کہ رسل، خاص ملائکہ سے افضل ہیں، اور خاص ملائکہ عام انسانوں سے افضل ہیں، اور عام پرہیز گار مسلمان عام ملائکہ سے افضل ہیں۔ ملائکہ کے بھی آپس میں مختلف درجات ہیں، جس طرح مومنین کے مختلف درجات ہیں۔

15 ہمارا عقیدہ ہے کہ کامل مومن وہ ہے جو زبان سے اقرار بھی کرے، دل سے تصدیق بھی کرے، اور ہاتھ پاؤں وغیرہ سے عمل بھی کرے۔

- ❖ جو اقرار نہیں کرتا وہ کافر ہے۔
- ❖ جو تصدیق نہیں کرتا وہ منافق ہے۔
- ❖ اور جو بے عمل ہے وہ فاسق ہے۔
- ❖ جو سنت کی پیروی نہیں کرتا وہ بدعتی ہے۔

16 لوگ ایمانی ثمرات کے لحاظ سے مختلف ہیں۔ دل کی معرفت مفید نہیں تاوقتیکہ زبان سے اقرار اور توحید ورسالت کی گواہی نہ دے، علاوہ یہ کہ وہ شرعاً معذور ہو۔

17 بندوں کے افعال نہ سعادت کا سبب ہیں اور نہ شقاوت کا۔ سعید اپنی ماں کے پیٹ سے سعید ہے اور شقی رحمِ مادر سے شقی ہے۔

18 عبادت پر ثواب محض اللہ کا فضل ہے، گناہ پر عذاب اللہ تعالیٰ کا عدل ہے۔ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز بھی واجب نہیں، وہ جو چاہے کرتا ہے اور جو ارادہ فرمائے فیصلہ فرماتا ہے۔ کوئی اس کا حکم مؤخر نہیں کر سکتا اور کوئی اس کے فیصلہ کو بدل نہیں سکتا۔

19 رضا اور ناراضگی دو قدیم صفتیں ہیں، بندوں کے افعال سے متغیر نہیں ہو سکتیں۔ اللہ تعالیٰ جس پر راضی ہو، اس سے جنتیوں والے کام لیتا ہے، اور جس پر ناراض ہو اس سے جہنمی والے کام کرواتا ہے۔ کسی پر راضی اور کسی سے ناراض ہونے کی وجہ اور کوئی نہیں جان سکتا۔ اسی لئے کسی نے کہا کہ مجھے مسئلہ قضاوقدر نے قتل کر دیا۔

20 اللہ تعالیٰ کے فیصلے اور قضا پر راضی رہنا، مشکلات پر صبر کرنا، نعمتوں پر شکر کرنا لوگوں پر واجب ہے۔ حدیثِ قدسی ہے کہ جو میری قضاء پر راضی نہیں اور میری طرف سے آئی ہوئی مصیبت پر صابر نہیں اور میری نعمتوں کا شکر ادا نہیں کرتا، تو وہ میرے سوا کوئی دوسرا رب تلاش کرے۔

21 اور خوف و امید آدمی کیلئے لگام کا کام کرتی ہیں، اسے بے ادب ہونے سے روکتی ہیں۔ اور ہر وہ دل جو ان دونوں سے خالی ہے وہ خراب ہے۔ اور امر و نہی اور عبودیت کے احکام آدمی کیلئے لازم ہیں جب تک کہ وہ عاقل ہے۔ ہاں جب اس کا دل اللہ کے ساتھ صاف ہو تو اس سے احکامِ تکلیفیہ کی مشقت ساقط ہو جاتی ہے نہ کہ نفسِ وجوب۔

22 اور بشریت کسی آدمی سے زائل نہیں ہوتی اگرچہ وہ ہوا میں اڑے۔ البتہ بشریت کبھی ضعیف ہوتی ہے اور کبھی قوی۔ اور بری صفات عرفاء سے ختم ہو جاتی ہیں، اور بندہ مختلف احوال سے گزر کر اہلِ روحانیت کی صفات پالیتا ہے، اس کے لئے زمین سمٹ جاتی ہے، وہ پانی پر چلتا ہے، اور آنکھوں سے غائب ہو جاتا ہے، ہوا میں اڑتا ہے اور کبھی اپنی جگہ کے علاوہ کسی دوسری بستی یا صحرا میں نظر آتا ہے۔

23 اللہ کیلئے محبت اور اللہ کیلئے بغض اعلیٰ ایمانی صفت ہے۔

24 اپنی طاقت کے مطابق نیکی کی طرف دعوت اور برائی سے روکنا ہر شخص پر فرض ہے۔

25 اولیائے کرام کی کرامات بالکل حق ہیں۔ اور کرامات معجزاتِ انبیاء کا ہی ایک حصہ ہیں، کیونکہ یہ پیروکار کے کمال کی دلیل ہیں، جبکہ پیروکار کا کمال اصل میں متبوع کا ہی کمال ہے۔

26 کامل تر اور افضل ہمارے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ہی ہیں۔ آپ شفاعتِ کبریٰ اور وسیلۂ عظمیٰ کے مالک، "قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی" کے تاج والے، "دَنٰی فَتَدَلّٰی" کے رموز و اسرار سے واقف۔

اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتیں اور برکتیں اور سلام آپ پر، آپ کے مقدس مطہر آل اور صحابہ کرام پر نازل ہوں۔ (آمین ثم آمین)

احقر عباد اللہ المجید، احمد سعید جو کہ نسباً فاروقی اور طریقۃً مجددی ہے، نے (یہ رسالہ) محبوب علی جعفری کی کتاب کے جواب میں تالیف اور کتابت کیا۔

(مترجم: محمد رشید نقشبندی، خادم الطلبہ، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور۔ المتوطن: ڈبسی نکیال، آزاد کشمیر۔ ۱۸ جمادی الاول ۱۳۹۹ھ، ۱۶ اپریل ۱۹۷۹ء)

اثبات المولد والقیام (عربی)

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي ارسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدّين كله ولو كره الكافرون. والصّلوة والسّلام على من خُتِم به النبيون وآله واصحابه الذين هم انوار العيون.

ايها العلماء السائلون عن دلائل مولد الشّريف لنبيّنا وسيّدنا صلّى الله عليه وسلّم! فاعلموا أنّ محفل المولد الشريف يشتمل على ذكر الآيات والاحاديث الصحاح الدّالة على جلالة قدره واحوال ولادته ومعراجه ومعجزاته ووفاته صلّى الله عليه وسلّم كلما ذكره الذاكرون وكلما غفل عن ذكره الغافلون. فإنكاركم مبني على عدم استماعه. فإن كنتم مسلمين شائقين الى استماع احوال محبوب رب العالمين سيّد الانبياء والمرسلين صلّى الله عليه وسلّم فاحضروا لدينا واستعموا يظهر عليكم صدق ما ادعيناه وهو في الحقيقة وعظ وتذكير لمن القى السمع وهو شهيد مأمور به في كلام رب العالمين بقوله سبحانه ﴿**وَذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرَى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِينَ**﴾ (الذاريات: ٥٥). لا كوعظ الجهال في زماننا الذين اتخذوا انفسهم علماء وصلحاء المشتمل على تحقير الانبياء والأولياء واغتياب المؤمنين الكاملين. وقد نهى الله سبحانه عن الغيبة في كلامه المجيد حيث قال جلّ جلاله ﴿**وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُمْ بَعْضًا اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَن يأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكرِهْتُمُوهُ وَاتَّقُوا اللَّهَ اِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَحِيمٌ**﴾ (الحجرات: ٢١). ضلوا فاضلوا، ضاعوا فاضاعوا.

بی خبری چند ز خود بی خبر *عیب پسندند بزعم هنر

باد شوندار بچراغی رسند دود شوندار بدماغی رسند. نعوذ بالله منهم.

وذكر الرسول صلّى الله عليه وسلّم بعينه ذكر الله سبحانه. روى ابو سعيد الخدري أنّ النّبي صلّى الله عليه وسلّم قال ﴿**اتاني جبريل فقال إنّ ربي وربك يقول تدري كيف رفعت ذكرك قلت الله ورسوله اعلم قال قال الله سبحانه إذا ذُكِرتُ ذُكِرتَ معي**﴾ قال ابن عطاء ﴿**جعلتُ تمام الإيمان بذكري معك**﴾ وقال ايضا ﴿**جعلتك ذكرا من ذكري فمن ذكرك ذكرني**﴾ كما هو مذكور في الشفاء. فالمانع من ذكر الله وذكر الرسول يكون من جنود ابليس المتنفر عن ذكر الله تعالى لأن المؤمن المحب يشتاق ويتلذذ بذكر المحبوب، كما قال الشاعر:

اعد ذكر نعمان لنا إنّ ذكره ★ هو المسك ما كررته يتضع

ويبذل الاموال والاولاد والازواج والانفس لاستماع ذكر المحبوب كما هو مأثور عن الخليل صلّى الله على نبيّنا وعليه وبارك وسلّم فمن شاء يكون من حزب الله ﴿**اَلآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ**﴾ (المجادلة: ٢٢) ومن شاء يكون من حزب الشيطان ﴿**اَلآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخَاسِرُونَ**﴾ (المجادلة: ١٩).

ونذكر ايضا الدلائل المخصوصة التي صرح بها العلماء الكبار على رغم انف الاشرار.

استخرج الامام الحافظ أبو الفضل ابن حجر اصلا من السّنّة حيث قال قد ظهر لى تخريجها على اصل ثابت وهو ما ثبت في الصّحيحين من أنّ رسول الله صلّى الله عليه وسلّم قدم المدينة فوجد اليهود يصومون يوم عاشوراء فسألهم فقالوا هذا يوم اغرق الله فيه فرعون ونجى موسى فنحن نصومه شكرا لله تعالى. فقال ﴿**انا احق بموسى منكم**﴾ فصامه وامر بصيامه فيستفاد منه فعل ذلك شكرا لله تعالى على ما من به في يوم معينّ من إمراء نعمته او دفع نقمته ويعاد ذلك على نظير ذلك اليوم من كل سنة والشكر لله تعالى يحصل بانواع العبادات او السجود والقيام والصدقة والتلاوة واي نعمة اعظم من النعمة ببروز هذا النّبيّ الكريم نبيّ الرحمة في ذلك اليوم وعلى هذا فينبغي أن يتحرى اليوم بعينه حتّى يطابق قصة موسى في يوم عاشوراء انتهى.

وقال شيخنا شيخ الاسلام بقية المجتهدين الاعلام جلال الدّين أبو الفضل عبد الرّحمٰن بن أبي بكر السّيوطي رحمه الله وقد ظهر لي تخريجه على اصل آخر غير الذي ذكره الحافظ وهو ما رواه البيهقي عن انس رضي الله عنه ان النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم عق عن نفسه بعد النّبوّة مع أنّه ورد إنّ جده عبد المطلب عق عنه في سابع ولادته والعقيقة لا تعاد مرة ثانية فيحمل ذلك على أنّ هذا فعله صلّى الله عليه وسلّم اظهارا للشكر على ايجاد الله تعالى اياه رحمة للعالمين وتشريفا لامته صلّى الله عليه وسلّم كما كان يصلّي على نفسه لذلك فيستحب لنا ايضا اظهار الشكر بمولده بالاجتماع واطعام الطعام ونحو ذلك من وجوه القربات والمبرات انتهى.

وصرح بمثل ذلك في شرح سنن ابن ماجه وقال الشّيخ الامام جلال الدّين عبد الرّحمٰن ابن عبد الله مولد رسول الله صلّى الله عليه وسلّم مبجَّلٌ مكرّم قدس يوم ولادته وشرف وعظم وكان وجوده مبدأ سبب النجاة لمن اتبعه فمن أَعَدَّ لها الفرحة لولادته صلّى الله عليه وسلّم شملت بركاته على من اهتدى به فشابه هذا اليوم يوم الجمعة من حيث أنّ يوم الجمعة لا تسعر فيه جهنم هكذا ورد عنه صلّى الله عليه وسلّم. فمن المناسب اظهار السرور وانفاق الميسور واجابة من دعاه رب الوليمة للحضور انتهى.

والامام ابو عبد بن الحاج قال في فضيلة شهر مولد نبيّنا صلّى الله عليه وسلّم: هذا الشهر فضله الله تعالى وفضلنا فيه بهذا النّبيّ الكريم الذّي منّ الله علينا فيه بسيّد الاولين والآخرين فكان يجب أن يزاد فيه من العبادة والخير شكرا لله سبحانه على ما اولانا فيه من هذه النعم العظيمة وإن كان النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم لم يزد فيه على غيره من الشهر شيئا من العبادات وما ذاك الاّ برحمته صلّى الله عليه وسلّم لامته ورفقته بهم لانه عليه الصّلاة والسّلام كان يترك العمل خشية أن يفرض على امته رحمة منه بهم لكن اشار عليه الصّلاة والسّلام الى فضيلة هذا الشهر العظيم بقوله للسائل الّذي سأله عن صوم يوم الإثنين ﴿**ذلك يوم ولدت فيه**﴾ فتشريف هذا اليوم يتضمن تشريف هذا الشهر الذي ولد فيه فينبغي أن يحترم حق الاحترام ويفضل كما فضل الله هذا الشهر الفاضلة وفضيلة الازمنة والامكنة بما خصها الله به من العبادات التي نفعل فيها لما قد علم أنّ الامكنة والازمنة لا تشريف لها لذاتها

وانما يحصل لها التشريف بما خصت به من المعاني فانظر الى ما خص الله بهذا الشهر الشريف ويوم الاثنين الا ترى أنّ صوم هذا اليوم فيه فضل عظيم لانه صلّى الله عليه وسلّم ولد فيه فعلى هذا ينبغي أنّه إذا دخل هذا الشهر الكريم أن يكرم ويعظم ويحترم بالاحترام اللائق به اتباعا له صلّى الله عليه وسلّم في كونه كان يخص الاوقات الفاضلة بزيادة فعل البر فيها وكثرة الخيرات انتهى.

وقال الشّيخ أحمد بن محمد[32] القسطلاني في المواهب اللدنية وإذا كان يوم الجمعة التى خلق فيه آدم عليه السّلام خص بساعة لا يصادفها عبد مسلم فسأل الله فيها خيرا الاّ اعطاه اياه فما بالك بالساعة التي ولد فيها رسول الله صلّى الله عليه وسلّم ولم يجعل الله في يوم الاثنين يوم ولده من التكليف بالعبادة ما جعل في يوم الجمعة المخلوق فيه آدم من الجمعة والخطبة والجماعة وغير ذلك اكراما لنبيّه صلّى الله عليه وسلّم بالتخفيف عن امته بسبب عناية وجوده قال الله تعالى ﴿**وَمَآ اَرْسَلْنَاكَ اِلاَّ رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ**﴾ (الأنبياء: ١٠٧). ومن جملة ذلك عدم التكليف عن قتادة الانصاري أنّه صلّى الله عليه وسلّم سئل عن صيام يوم الاثنين قال ﴿**ذلك يوم ولدت فيه وانزلت عليّ فيه النّبوّة**﴾ رواه مسلم. وفي المسند عن ابن عبّاس قال ولد صلّى الله عليه وسلّم يوم الاثنين واستنبئ يوم الاثنين وخرج مهاجرا من مكّة الى المدينة يوم الاثنين ودخل المدينة يوم الاثنين ورفع الحجاب يوم الاثنين انتهى.

قال الحافظ أبو شامة شيخ النووي في كتابه "الباعث على إنكار البدع والحوادث": مثل هذا الحسن يندب إليه ويشكر فاعله ويثنى عليه. انتهى

وقال الشّيخ الامام العالم العلامة نصير الدّين المبارك في فتوى بخطه: ذلك جائز ويثاب فاعله إذ أحسن القصد انتهى.

---

[32] اصل نسخہ میں حضرت مصنف نے "احمد بن خطیب" القسطلانی لکھا ہے۔

وقال الامام العلامة ظهير الدّين هذا حسن إذا قصد فاعله جمع الصّالحين والصّلاة على النّبيّ الأمين وإطعام الطعام للفقراء والمساكين، وهذا القدر يثاب عليه بهذا الشرط في كل وقت انتهى.

قال الشيخ نصير الدين هذا اجتماع حسن يثاب قاصده وفاعله عليه واجتماع الصلحاء ليأكلوا الطعام ويذكروا الله تعالى ويصلوا على رسول الله صلّى الله عليه وسلّم يضاعف القربات والمثوبات انتهى.

وقال الامام الحافظ ابو محمّد عبد الرحمن بن اسماعيل: ومن أحسن ما ابتدع في زماننا هذا ما كان يفعل كل عام في اليوم الموافق ليوم مولد النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم من الصدقات والمعروف وإظهار الزينة والسرور فإن ذلك مع ما فيه من الإحسان إلى الفقراء مشعر بمحبة النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم وتعظيمه وجلالته في قلب فاعله وشكر الله تعالى على ما منّ به من إيجاد رسوله الّذي أرسله رحمة للعالمين صلّى الله عليه وسلّم وعلى جميع الانبياء والمرسلين انتهى.

وهكذا قال الشّيخ الامام العلامة صدر الدين موهوب بن عمر الجزري رحمه الله. وهذه كلها منقولة من السيرة الشامية.

واما ما ذكرت من نسبة المنع إلى الإمام الهمام فحاشا وكلا لأن إمامنا وقبلتنا منع عن حضور مجلس الغناء ولو كان في ضمن القرآن وقصائد النعت، لا عن القرآن والحديث كما زعم الجاهلون بمرامه سبحانك هذا بهتان عظيم ﴿**يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُودُوا لِمِثْلِهِ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ**﴾ (النور :١٧). فانظر بعين الإنصاف في مكاتيبه قال رضي الله عنه في مكتوبه المرقم مائتين وستا وستين من الجلد الاول:

> بدانند كه سماع ورقص في الحقيقت داخل لهو ولعب است. (آية) كريمة ﴿**وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ**﴾ (لقمان :٦) در شان منع سرود نازل شده است. چنانكه مجاهد كه شاگرد ابن عبّاس است واز كبار تابعين، مى گويد كه مراد از لهو الحديث سرود است. وفي تفسير المدارك لهو الحديث السمر والغناء وكان ابن عبّاس وابن

مسعود یحلفان أنّه الغناء. وقال المجاهد في قوله تعالى ﴿**وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ**﴾ (الفرقان :٧٢) اي لا یحضرون الغناء الی آخر ما قال. پس خیال باید کرد که تعظیم مجلس سماع ورقص نمودن بلکه آنرا طاعت وعبادت دانستن چه شناعت دارد. لله الحمد والمنة که پیران ما باین امر مبتلا نشدند وما متابعان را از تقلید این امر وا رهانیدند. شنیده میشود که مخدوم زادها میل بسرود دارند ومجلس سرود وقصیده خوانی در شبهای جمعه منعقد میسازند واکثر یاران درین امر موافقت مینمایند. عجب هزار عجب مریدان سلاسل دیگر عمل پیران خود را بهانه ساخته ارتکاب این امر مینمایند وحرمت شرعی را بعمل پیران خود دفع میکنند اگر چه في الحقیقة درین امر محق نباشند. یاران درین ارتکاب چه معذرت خواهند نمود حرمت شرعی یك طرف ومخالفت طریقهء پیران خود یکطرف. نه اهل شریعت ازین فعل راضی اند ونه اهل طریقت. اگر حرمت شرعی نبودی مجرد احداث امر در طریقت شنیع بودی فکیف که حرمت شرعی بآن جمع شود. انتهی

قدر الحاجة وایضا قال رضي الله عنه في الجلد الثالث (في مکتوبه اثنین وسبعین):

"دیگر در باب مولد خوانی اندراج یافته بود در نفس قرآن خواندن بصوت حسن، ودر قصائد نعت ومنقبت خواندن چه مضایقه است. ممنوع تحریف وتغییر حروف قرآن است والتزام رعایت مقامات نغمه وتردید صوت بآن بطریق الحان با تصفیق مناسب آنکه در شعر نیز غیر مباحست اگر بر نهجی خوانند که تحریفی در کلمات قرآني واقع نشود ودر قصائد خواندن شرائط مذکوره متحقق نکردد وآنرا هم بغرض صحیح تجویز نمایند چه مانع است." انتهی

پس ظاهر شد که مراد امام ما قدس سرّه از عبارت مکتوب سیویم که مانعان آنرا نقل میکنند وتمسك خود مینمایند قصاید خوانی نعت در پرده نغمه وتردید صوت بآن بطریق الحان باتصفیق مناسب آنست چنانچه از نفس عبارت امام نقل نموده

شد نه ممانعت مطلقا کما فهموا. فثبت الحق وزهق الباطل (وقال الله تعالی:) ﴿**إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا**﴾ (الإسراء :۸۱). سبحان الله وبحمده

این فرقه باطله عجب وتیرهء خویش ساخته است که برای اغوای جهال کالانعام وترویج زر کاسد خود نام بزرگان وامامان مارا بد نام نموده است میگویند که فلان برگ چنین نوشته است. ﴿**سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يَقُولُونَ عُلُوًّا كَبِيراً**﴾ (الإسراء: ٤٣).

باقی ماند کلام در قیام وقت ذکر ولادت شریف آنحضرت صّلی الله علیه سلم. پس بدانید که قیام برای تعظیم سرور عالم صلیّ الله علیه وسلّم در حالت حیات آنجناب از صحابهء کرام ثابت گردیده است. عن أبي هريرة قال كان رسول الله صلیّ الله علیه وسلّم يجلس معنا في المسجد يحدثنا فإذا قام قمنا قياما حتّی نراه قد دخل بعض بيوت ازواجه. مشكاة المصابيح. واعلم أنّ حرمة النّبيّ صلیّ الله علیه وسلّم بعد موته وتعظيمه وتوقيره لازم كما كان حال حياته وذلك عند ذكره صلیّ الله عليه وسلّم وذكر حديثه وسنته وسماع اسمه وسيرته ومعاملة آله وعترته وتعظيم اهل بيته وصحابته. شفاء. ازین روایت معلوم گردید که موت وحیات آنجناب رسالت مآب در تعظیم وتوقیر یکسان است. لهذا اگر کسی تعظیم قدوم میمنت لزوم آنجناب را از عالم ارواح بعالم اشباح بجا آرد چه مضایقه است با وجودیکه علماء خیر البقاع ومفتیان مذاهب اربعه فتوا باستحباب آن داده اند، مفتی حنبلي بوجوب آن حکم نموده. ومولانا عبد الله سراج حنفی مفسر ومحدث حرم شریف که یکتای عهد خویش بود، ورأس ورئیس فرقه محدثه بزانو ادب در درس اوشان می نشست واعتراف بجامعیت مولانا موصوف مینمود، نیز فتوا باستحسان قیام چنانچه فتویهای مسطوره مختومه نزد راقم سطور موجود اند، هر کس خواهد بیند.

وامام برزنجی در عقد الجوهر هم اثبات استحسان آن فرموده حیث قال وقد استحسن القيام عند ذكر مولده الشريف ائمة ذو رؤية ورواية فطوبى لمن كان تعظيمه صلیّ الله عليه وسلّم غايته ومرامه ومرماه حالا نقل فتواهای علماء مذکورین میرود آنرا باید شنید.

سؤال: ما قول العلماء المحققين في القيام المعمول بين العلماء والصلحاء في العرب والعجم عند ذكر ولادة سيّد المرسلين صلىّ الله عليه وسلّم في قراءة المولد المبارك هل هو واجب او مستحب او مباح او غير ذلك. بينوا جوابا مدللا شافيا كافيا وختموا عليه توجروا أجرا كثيرا.

جواب: الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى. اما القيام إذا جاء ذكر ولادته عند قراءة المولد الشّريف توارثه الأئمة الاعلام واقره الأئمة والحكام من غير نكير منكر ولا فرد راد ولهذا كان مستحسنا ومن يستحق التعظيم غيره. ويكفي أثر عبد الله بن مسعود ﴿**ما رآه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن**﴾. والله ولي التوفيق والهادى الى سواء الطريق. حرره خادم الشريعة والمنهاج عبد الله ابن المرحوم عبد الرّحمن سراج المفسّر المحدث بمسجد الله الحرام. انتهى

واجاب مفتي الشّافعية عثمان حسن الدمياطي الشّافعي جوابا طويلا نذكره على سبيل الاجمال:

القيام عند ذكر ولادة سيّد المرسلين صلىّ الله عليه وسلّم في قراءة المولد الشّريف تعظيما له صلىّ الله عليه وسلّم أمر لا شكّ في استحبابه وطلبه واستحسانه وهذبه يحصل لفاعله من الثواب الحظ الاوفر والخير الاكبر لانه تعظيم اي تعظيم للنّبي الكريم ذي الخلق العظيم الذي اخرجنا الله به من ظلمات الكفر إلى نور الإيمان وخلصنا به من نار الجهل إلى جنات المعارف والإيقان فتعظيمه صلىّ الله عليه وسلّم فيه مسارعة إلى رضى رب العالمين وإظهار لاقوى شعائر الدّين ومن يعظم شعائر الله فإنّها من تقوى القلوب ومن يعظم حرمات الله فهو خير له عند ربه. ثم بين الدلائل إلى أن قال فاستفيد من مجموع ما ذكرنا استحباب القيام له صلىّ الله عليه وسلّم عند ذكر ولادته لما في ذلك من كمال التعظيم له صلىّ الله عليه وسلّم.

لا يقال القيام عند ذكر ولادته بدعة لانا نقول ليس كل بدعة مذمومة كما اجاب بذلك الإمام المحقق الولي أبو ذرعة العراقي حين سئل عن فعل المولد أمستحب أو مكروه وهل ورد فيه شيء أو هل فعله من يقتدي به فاجاب بقوله الوليمة واطعام الطعام مستحب كل وقت فكيف إذا انضم إلى ذلك السرور بظهور

نور النّبوّة في هذا الشهر الشّريف ولا يعلم ذلك عن السلف ولا يلزم من كونه بدعة كونه مكروها فكم من بدعة مستحبة بل واجبة إذا لم ينضم لذلك مفسدة والله الموفق. انتهى

نقله عنه العلامة ابن حجر في مولده الكبير فيقال نظير ذلك في القيام عند ذكر ولادته صلّى الله عليه وسلّم وايضا قد اجتمعت الامة المحمّديّة من اهل السّنّة والجماعة على استحسان القيام المذكور وقد قال صلّى الله عليه وسلّم ﴿**لا تجتمع أمتي على الضلالة**﴾. قال العلامة الدانقي جرت العادة بقيام الناس إذا انتهى المداح إلى ذكر مولده صلّى الله عليه وسلّم وهي بدعة مستحبة لما فيه من اظهار الفرح والسرور والتعظيم. قال الإمام العالم العلامة ابو زكريا يحيى الصرصري الحنبلي نفعنا الله به

قليل لمدح المصطفى الخط بالذهب * على فضته من خط احسن من كتب

وإن تنهض الاشراف عند سماعه * قياما صفوفا او جثيا على الركب

اما الله تعظيما له اسمه كتب * على عرشه يا رتبة سمت الرتب

وفي هذا القدر كفاية لمن وفقه الله وهداه وصلّى الله على سيّدنا محمّد وآله وصحبه وسلّم تسليما كثيرا. قاله بفمه وامر برقمه الفقير إلى احسان ربه في الدّنيا والآخرة عثمان حسن الدمياطي الشّافعي خادم طلبة العلم بالمسجد الحرام وبالجامع الازهر سابقا غفر الله له جميع ذنوبه وستر في الدارين جميع عيوبه واحبابه اجمعين والحمد لله رب العالمين. انتهى

الحمد لله رب العالمين رب زدنى علما نعم استحسنه كثيرون والله سبحانه اعلم. كتبه الفقير عبد الله بن محمد الميرغني الحنفي مفتي مكة المكرمة.

الحمد لله عز شأنه رب زدني علما. القيام عند ذكر ولادة سيّد الأولين والآخرين صلّى الله عليه وسلّم استحسنه كثير من العلماء والله اعلم. كتبه حسين بن إبراهيم مفتي المالكية بمكة المحمية.

مصّليا مسلما. الحمد لله وحده اللّهمّ هداية للصواب نعم القيام عند ذكر ولادته صلىّ الله عليه وسلّم استحسنه العلماء وهو حسن لما يجب علينا من تعظيمه صلىّ الله عليه وسلّم والله اعلم. كتبه الفقير لربه محمّد عمر ابن ابي بكر الرئيس مفتي الشّافعية بمكة المكرّمة تاب الله عليه.

الحمد لله رب العالمين اللّهمّ هداية للحق والصواب. نعم يجب القيام عند ذكر ولادته صلىّ الله عليه وسلّم لما استحسنه العلماء الاعلام وقضاة الدّين والاسلام فذكروا أنّ عند ذكر ولادته تحضر روحانيّته صلىّ الله عليه وسلّم فعند ذلك يجب التعظيم والقيام والله سبحانه وتعالى اعلم. كتبه الفقير إلى الله تعالى محمّد بن يحيى مفتي الحنابلة في مكة المشرفة. انتهى

وما كتبت من انكم تجعلون عيدا ثالثا في شهر الربيع الاول من عند أنفسكم. فجوابه نعم حق علينا معاشر المسلمين أن نجعل ليالي شهر مولده صلىّ الله عليه وسلّم اعيادا لا عيدا واحدا كما صرح به العلماء الكبار من المحدثين. قال أحمد بن محمّد القسطلاني في المواهب اللّدنيّة وارضعته صلىّ الله عليه وسلّم ثويبة عتيقة أبي لهب اعتقها حين بشرته بولادته صلىّ الله عليه وسلّم وقد رؤي ابو لهب بعد موته في النوم فقيل له ما حالك. قال في النّار الاّ انّه خفف عنّي كل ليلة الاثنين وامص من بين اصبعي هاتين ماء (بقدر هذا) واشار لرأس اصبعيه وإنّ ذلك باعتاقي لثويبة عند ما بشرتني بولادة النّبيّ صّلى الله عليه وبارضاعها له. قال ابن الجزري فإذا كان ابو لهب الكافر الذي نزل القرآن بذمه جوزي في النّار بفرحة ليلة مولد النّبيّ صلىّ الله عليه وسلّم فما حال المسلم الموحد من أمته عليه السّلام يسرّ بمولده ويبذل ما يصل اليه قدرته في محبّته صلىّ الله عليه وسلّم لعمري انما كان جزاؤه من الله الكريم أن يدخله بفضله العميم جنات النعيم ولا زال اهل الاسلام يحتفلون بشهر مولده صلىّ الله عليه وسلّم ويعملون الولائم ويتصدقون في لياليه بانواع الصدقات ويظهرون السرور ويزيدون في المبرات ويعتنون بقراءة مولده الكريم ويظهر عليهم من مكانه كل فضل عميم ومما جرب من خواصه أنّه امان في ذلك العام وبشرى عاجلة بنيل البغية والمرام فرحم الله أمراء اتخذوا ليالي شهر مولده المبارك اعيادا ليكون اشد علة على من في قلبه مرض واعيى داء.

وتلك الليلة افضل من ليلة القدر بلا شبهة لأن ليلة المولد ليلة ظهوره صلّى الله عليه وسلّم وليلة القدر معطاة له وما شرف بظهور ذات الشرف ممن اجله اشرف مما شرف بسبب ما اعطيه ولأن ليلة القدر مشرف بنزول الملائكة فيها وليلة المولد شرف بظهوره صلّى الله عليه وسلّم ولأن ليلة القدر وقع التفضيل فيها على امة محمّد صلّى الله عليه وسلّم وليلة المولد الشّريف وقع التفضيل فيها على سائر الموجودات فهو الّذي بعثه الله تعالى رحمة للعالمين وعمت به النعمة على جميع الخلائق من اهل السّموات والارضين صلّى الله عليه وعلى آله واصحابه واتباعه اجمعين. انتهى

وهذا الّذي ذكرت نبذ من دلائلنا الكثيرة وفي هذا القدر كفاية لمن هداه الله سبحانه قال الله تعالى ﴿وَمَآ اَنْتَ بِهَادِ الْعُمْيِ عَنْ ضَلَالَتِهِمْ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُؤْمِنُ بِاٰيَاتِنَا فَهُمْ مُسْلِمُونَ﴾ (الروم: ٥٣)

واما ما حررت إن كنتم تدعون مذهبا من المذاهب المتعددة فجوابه نحن بحمد الله سبحانه على الملة الحنفيّة البيضاء مشهورون سلفا وخلفا وإن خفى على الاغبياء خورشيد نه مجرم اگر کسی بینا نیست. خوش گفت

گر نه بیند بروز شیر چشم * چشمهء آفتاب را چه گناه

واعتقادنا على أنّ الله تعالى واحد لا شريك له ولا نظير له ولا ضد له ولا شبه له ولا ند له. وهو موصوف بما وصف به نفسه مسمى بما سمى به نفسه ليس بجسم ولا جوهر وليس بمتحيز بل هو خالق كل متحيز وحيز ولا بعرض لا اجتماع له ولا افتراق له ولا ابعاض له. لا يزعجه ذكر ولا يلحقه فكر ولا تحققه العبارات ولا تعينه الاشارات ولا تحيط به الافكار ولا تدركه الابصار. وكل شيء عنده بمقدار وكلما تصور في الوهم او هواه الفهم فإنّه بخلافه إن قلت متى فقد سبق الوقت كونه وإن قلت كيف فقد احتجب عن الوصف ذاته وإن قلت اين فقد تقدم المكان. علة كل شيء صنعه ولا علة لصنعه ليس لذاته تكيف ولا لفعله تكيف احتجب عن العقول كما احتجب عن الابصار. ليس ذاته كالذوات ولا صفاته كالصفات. ونؤمن على اثبات ما ذكر الله تعالى في كتابه وصح عن النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم في اخباره من ذكر الوجه والنفس والسمع والبصر من غير تمثيل ولا تعطيل كما قال عز

اسمه ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ (الشورى: ١١) وبالرؤية في الجنّة وما جائت به الرّوايات عن النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم من الجنّة والنّار واللوح والقلم والحوض والصراط والشفاعة والميزان والصور وعذاب القبر وسؤال منكر ونكير واخراج قوم من النّار بشفاعة الشّافعين والبعث بعد الموت. وأنّ الجنّة والنّار خلقتا للبقاء وإنّ اهلها فيها مخلدون وإنّ اهل النّار مخلدون معذبون غير اهل الكبائر من المؤمنين فإنهم في النّار لا يخلدون.

والله تعالى خالق أفعال العباد كما أنّه خالق لاعيانهم ﴿وَاللهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلوُنَ﴾ (الصافات: ٩٦). والخلق كلهم يموتون بآجالهم وإنّ الشّرك وسائر انواع المعاصي بقضاء الله وقدره من غير ان يكون لاحد من الخلق على الله حجّة بل لله الحجة البالغة وأنّه لا يرضى لعباده الكفر ولا المعاصي والرضاء غير الارادة. ونرى الصّلاة خلف كل بر وفاجر ولا نشهد لاحد من اهل القبلة بالجنّة لخير أتى به ولا لاحد بالنّار لكبيرة اتى بها. والخلافة لقريش ليس لاحد منا منازعتهم فيها. ولا نرى الخروج على الولاة وإن كانوا ظلمة. ونؤمن بالكتب المترلة والانبياء والمرسلين وأنّهم افضل البشر وان محمدا صلّى الله عليه وسلّم افضلهم وأنّ الله تعالى ختم به الانبياء. وأنّ افضل البشر من بعده ابو بكر ثم عمر ثم عثمان ثم علي ثم تمام العشرة ثم الذين شهد لهم بالجنّة ثم القرن الّذي بعث فيهم رسول الله صلّى الله عليه وسلّم ثم العلماء العاملون. ونعتقد على تفضيل الرسل من البشر على خواص الملائكة وخواص الملائكة افضل من عوام البشر وهم افضل من عوام الملائكة وبين الملائكة تفاضل كما بين المؤمنين.

وكمال الإيمان اقرار باللسان وتصديق بالجنان وعمل بالاركان. فمن ترك الاقرار فهو كافر ومن ترك التصديق فهو منافق ومن ترك العمل فهو فاسق ومن ترك الاتباع فهو مبتدع. وإنّ الناس يتفاضلون في ثمرات الإيمان وإنّ المعرفة بالقلب لا ينفع ما لم يتكلم لكلمتي الشهادة الاّ أن يكون له عذر ثبت بالشرع. وأفعال العباد ليست بسبب للسعادة ولا للشقاوة. السعيد من سعد في بطن امه والشقي من شقي.

والثواب على الطاعة فضل والعقاب على المعصية عدل. ولا يجب شيء منهما عليه سبحانه فإنّه يفعل ما يشاء ويحكم ما يريد لا معقب لحكمه ولا رادّ

لقضائه والرضاء والسخط نعمتان قديمتان لا يتغيران بأفعال العباد فمن رضي عنه استعمله عمل اهل الجنّة ومن سخط عليه استعمله عمل اهل النّار. واما الحكمة في تعلق الرضاء بأحد والسخط بآخر فقد عجز عن تحقيقه البشر ومن هنا قال بعضهم قتلتني مسألة القضاء والقدر. والرضاء بالقضاء والصبر على البلاء والشكر على النعماء واجب على الناس كما في الحديث القدسي ﴿**من لم يرض بقضائي ولم يصبر على بلائي ولم يشكر على نعمائي فليطلب ربا سوائي**﴾.

والخوف والرجاء زمامان للعبد يمنعانه من سوء الادب وكل قلب خلا منهما فهو خراب. والامر والنّهي واحكام العبودية لازمة للعبد ما دام عاقلا غير انه اذا صفى قلبه مع الله سقط عنه كلفة التكاليف لا نفس وجوبها والبشريّة لا تزول عن احد ولو تربع في الهواء غير انها تضعف تارة وتقوى اخرى والحرية من رق النفس جائزة في حق الصديقين والصفات المذمومة تفنى عن العارفين والعبد ينتقل في الاحوال حتّى يصير الى نعت الروحانيين فيطوى له الارض ويمشي على الماء ويغيب عن الابصار ويصعد الى الهواء ويظهر في غير محله من القرى والصحراء.

والحب في الله والبغض في الله من اوثق اثري الإيمان والامر بالمعروف والنّهي عن المنكر واجب على من امكنه بما امكنه. وكرامات الاولياء ثابتة وهي في الحقيقة من جملة معجزات الانبياء إذ فيها دلالة على كمال التابع وهو يتوقف على كمال المتبوع. واكمل المتبوعين وافضل المحبوبين نبيّنا المصطفى ورسولنا المجتبى المخصوص بالشفاعة الكبرى والوسيلة العظمى صاحب ﴿**قاب قوسين او ادنى**﴾ واقف اسرار ﴿**دنى فتدلى**﴾ صلىّ الله عليه وعلى آله واصحابه البررة التقى وبارك وسلّم صلاة وسلاما لا تعد ولا تحصى.

حرره أحقر عباد الله المجيد **أحمد سعيد المجددي** نسبا وطريقة في جواب كتاب محبوب علي الجعفري.